اَلْحَذَرُ فِی اَمْرِ الْخَضِر

کا پہلا اردو ترجمہ بنام

حیاتِ خضر علیہ السلام

مصنف

امام مُلّا علی قاری حنفی

(المتوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ، تخریج و تحقیق

محمد گلریز رضا مصباحی

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَذِرُ فی امر الخَضِر

کا پہلا اردو ترجمہ بنام

حیات خضر علیہ السلام

مصنف

امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ، تخریج و تحقیق

محمد گل ریز رضا مصباحی،

مدناپوری، بہیڑی، بریلی شریف

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد، دکن

جملہ حقوق بحق ناشر ومترجم محفوظ ہیں

نام کتاب : الحذر فی امر الخضر

مصنف : امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

اردو ترجمہ : حیات خضر علیہ السلام

مترجم : محمد گل ریز رضا مصباحی، مدناپوری، بریلی شریف

تقریظ جلیل : حضرت علامہ مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی

تقدیم : حضرت علامہ مولانا طفیل احمد مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ

نظر ثانی : حضرت مولانا حسین احمد مصباحی، مفتی شفیق احمد مصباحی، مولانا معراج احمد امجدی، مولانا غلام یزدانی مصباحی۔

صفحات : ۷۲

کمپوزنگ : محمد گل ریز مصباحی

ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد، دکن

تعداد : ۱۱۰۰

سال اشاعت : ۲۰۱۷ء

رابطہ نمبر : 9458201735،+966501933690

ملنے کے پتے

- سنی پبلی کیشنز، دریا گنج دھلی
- اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد
- مکتبہ نور الاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدر آباد
- مکتبہ انوار مصطفی، مغلپورہ، حیدر آباد
- مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد، گجرات
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدر آباد

فہرست مضامین

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو خلاصۂ کائنات رحمت عالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے:

صحابۂ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام۔ مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سلف وصالحین۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے امت کو روشناس کرانے والے مجدد دین اسلام۔ سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مشائخ عظام۔ محدثین خانوادۂ ولی اللہ، علمائے فرنگی محل، بزرگان کچھوچھہ مقدسہ، سادات مارہرہ مطہرہ، اکابر بریلی ومشائخ بدایوں۔ بالخصوص شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی، تارک سلطنت سید اشرف جہاں سمنانی، شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی اور معین الحق علامہ فضل رسول قادری بدایونی۔ اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، مفتیٔ اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خاں بریلوی، ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، سید العلما شاہ آل مصطفی مارہروی، احسن العلما سید مصطفی حیدر حسن مارہروی، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی اور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی۔ جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، نائب حافظ ملت حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی، ورئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی۔ کے افکار ونظریات اور مسلک حق وصداقت کا ترجمان...

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

محمد گل ریز رضا مصباحی مدناپوری،

بہیڑی، بریلی شریف یوپی

تہدیہ

والدین کریمین
کے نام

جنھوں نے مجھے تعلیم و تربیت
سے آراستہ کرنے کی خاطر
مدارس اسلامیہ کے حوالے کیا،
قدم قدم پر میری رہنمائی
کی اور دعاؤں سے نوازتے رہے

محمد گل ریز رضا مصباحی
مدناپوری، بریلی شریف یوپی

(نوٹ)
اگر اس کتاب میں کسی طرح کی کوئی غلطی پائیں تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ ہمیں مطلع کریں، ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

تقریظ جلیل

حضرت مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی

ڈائرکٹر تحریک اصلاح ملت، مظفر پور، بہار

اس وقت میرے مطالعے کی میز پر حضرت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی خوب صورت عربی تصنیف ''الحذر فی امر الخضر ''کا نہایت ہی دلکش اور سلیس پہلا اردو ترجمہ بنام ''حیات خضر علیہ السلام'' ہے جسے محب گرامی مولانا گل ریز رضا مصباحی کی سعی بلیغ اور کاوش جمیل کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مترجم موصوف جواں سال مصباحی فاضل ہیں اور جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ سے عربی ادب میں تخصص کی تکمیل کا شرف بھی انھیں حاصل ہے۔ اس وقت جامعہ المدینہ فیضانِ عطار ناگ پور میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ موصوف اپنی خوب صورت اور قابل رشک صلاحیت کو بروئے کار لا کر اب تک ایک درجن سے زائد عربی کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے نئی نسل کے علما اور فارغین کی بزم میں اپنی انفرادی شناخت قائم کرتے جارہے ہیں۔ ابھی ایک ماہ پیشتر امام غزالی علیہ الرحمہ کی شامل نصاب معروف تصنیف ''منہاج العابدین'' کا اچھوتا اور دل افروز ترجمہ ''مصباح الطالبین'' آپ کے زہرہ نگار قلم سے معرض اظہار میں آیا ہے جو تحریک اصلاح ملت، مظفر پور بہار کے زیر اہتمام شائع ہو کر ارباب فضل و دانش اور طالبان علم کمال انجمن میں غیر معمولی پذیرائی کا باعث بنا ہے۔ اس وقت میں مولانا گل ریز رضا مصباحی کی قلمی خدمات کا مطالعہ کر رہا ہوں اور میرے کانوں میں علامہ اقبال کا یہ شعر گونج رہا ہے:

یہی آئین قدرت ہے، یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ و عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے۔

ترجمہ نگاری کی اہمیت وافادیت روز روشن کی طرح ظاہر و آشکارا ہے۔ اردو زبان وادب میں ترجمہ نگاری کی باضابطہ روایت فورٹ ولیم کالج، کولکاتا سے شروع ہوتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج لارڈ ولزی کی کوششوں کے باعث ۱۸۰۰ء میں منصّۂ شہود پر آیا اور

اس کے زیر سایہ بے شمار کتابیں فارسی،انگریزی اور سنسکرت سے اردو میں منتقل ہوئیں ۔۱۸۲۵ء میں دہلی کالج کا قیام عمل میں آیا اس ادارہ میں ورنا کلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کی تشکیل دی گئی۔ جس کے ذریعہ مختلف علوم وفنون پر تقریباً ۱۲۸ کتابیں اردو زبان میں شائع ہوئیں جس سے فن ترجمہ نگاری کو خوب خوب فروغ واستحکام حاصل ہوا۔ ۱۸۶۴ء میں سر سید نے غازی پور میں سائنٹی فک سوسائٹی قائم کی جس کے زیر اہتمام تاریخ ،جغرافیہ،سائنس اور معاشیات جیسے اہم موضوعات پر بے شمار کتابیں اردو میں منتقل ہوئیں۔۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کا قیام عمل میں آیا یہاں بھی فن ترجمہ نگاری کو خوب پھلنے اور پھولنے کا موقع میسر آیا۔ جامعہ عثمانیہ میں سر رشتہ تعلیم وترجمہ کا ایک الگ شعبہ قائم کیا گیا جس میں سائنس،میڈیسن اور آرٹس وغیرہ مختلف عناوین پر تقریباً پانچ سو کتابیں اردو میں ترجمہ کی گئیں۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا اداروں کی کاوشوں کے نتیجے میں بہت سارے علوم وفنون پر بے شمار کتابوں نے ترجمہ کا خوب صورت لبادہ زیب تن کر کے اردو زبان وادب کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے اور اردو داں طبقہ کے لیے دیگر علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل نہایت ہی دل چسپ اور آسان بن گئی۔

ترجمہ نگاری بہت ہی مشکل اور دشوار فن ہے اسے برتنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ لیکن مقام شکر ہے کہ محترم گل ریز رضا مصباحی اس فن کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ نبھاتے چلے جارہے ہیں۔ زیر نظر کتاب حیات خضر علیہ السلام کے مطالعہ کے بعد برملا حیثیت کا معترف ہو جانا پڑتا ہے کہ موصوف کا اشہب فکر وقلم روز بروز خوب سے خوب اور بہتر سے بہتر کی تلاش میں سر گرداں ہے۔پوری کتاب پڑھ جایئے اسلوب نگارش کی خوب صورتی اور طرز ادا کی دلکشی قاری کو حصار میں لیے رہتی ہے۔ کتاب پڑھ کر اصل کتاب کا گمان گزرنے لگتا ہے اور یہی فن ترجمہ نگاری کا کمال ہے۔اس مقام پر ایک مثال پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو:

”جب رات ہو گئی تو ہم نے سنا کہ ایک شخص غمگیں آواز میں پکار رہا ہے اے اللہ! مجھے محمد ﷺ کی امت میں شامل فرما جو کہ جنتی، بخشی ہوئی، مغفور اور بابرکت ہے ۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ اور اے انس! اس پہاڑ کی گھاٹی میں جاؤ اور

دیکھو کہ یہ آواز کیسی ہے ،وہ دونوں فرماتے ہیں ہم پہاڑ کی گھاٹی میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے بدن پر برف سے زیادہ سفید کپڑے ہیں اور اس کا چہرہ اور داڑھی بھی اسی طرح بالکل سفید تھی''۔

زیر نظر کتاب کے مطالعے سے اردو ادب کے طلبا اور قارئین کو حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی ،حیات ، نبوت ،انبیاے کرام ،صحابہ عظام اور سلف صالحین سے ان کی ملاقات،ان کے وصال کے قائلین کی تردید اور ان سے متعلق مختلف مسائل ،معاملات اور واقعات کا انوکھا علم کسی طرح دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔مترجم موصوف کا یہ کارنامہ لائق مسرت و تحسین ہے اور باعث عزت و تکریم بھی۔اردو کی ترجمہ نگاری کی محفل میں اس کا شاندار استقبال کیا جانا چاہیے۔

ثناءاللہ اطہر مصباحی

ڈائرکٹر: تحریک اصلاح ملت، مظفر نگر، بہار

۱۷رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵اپریل ۲۰۱۷ء بروز شنبہ

تقدیم

حضرت علامہ مولانا طفیل احمد مصباحی
سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جامع شریعت و طریقت، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق و صراحت کے مطابق قرآن مقدس جن علوم و موضوعات پر مشتمل ہے، ان کی سات قسمیں ہیں: (۱) الٰہیات (۲) تکوینیات (زمین وآسمان کی تخلیق اور موالید ثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات وغیرہ کی تخلیق) (۳) وعظ وارشاد (دنیاوآخرت کے عبرت آموز واقعات کا ذکر) (۴) شرعیات (عبادات و معاملات، اعمال وعادات، تدبیر منزل اور سیاستِ مدینہ وغیرہ) (۵) تذکرہ بالمعاد (آخرت کی چار بڑی منزلیں، قبر، حشر، قیامت، جنت ودوزخ کا ذکر) (۶) مجادلہ (توحید ورسالت، نبوت، معاد کا ذکر اور کفار ومشرکین کو دلائل سے حق کا قائل کرنا) (۷) قصص (انبیاے کرام کے حالات اور دیگر احوال وحوادث کا ذکر)۔

(الخیر الکثیر، مشمولہ مجموعۂ رسائل شاہ ولی اللہ، ج:۱، ص:۱۷۵)۔ (شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، دہلی)

اللہ تعالیٰ کے کلامِ بلاغت نظام میں جن سات موضوعات پر بڑے دلنشیں پیرایے اور حکیمانہ اسلوب میں روشنی ڈالی گئی ہے، ان میں سے ایک ''قصص وحکایات'' اور گزشتہ قوموں کے ''حالات وواقعات'' بھی ہیں۔ ان قصص وحکایات کے ذکر کا مقصد وعظ و نصیحت اور ارشاد وعبرت ہے، تاکہ بندہ ان کی روشنی میں اپنے سفرِ حیات طے کر کے دین ودنیا کی فلاح وبہبود حاصل کر سکے اور دارین کی سعادتوں سے مالامال ہو سکے۔

اللہ رب العزّت نے اپنے جن نیک وصالح بندوں کو اپنے فضلِ خاص اور کرمِ خاص سے نواز کر علم وحکمت سے وافر حصہ عطا کیا، نبوّت ورسالت اور ولایت وکرامت

سے سر فراز فرما کر انھیں درجوں بلند کیا اور اپنی کتاب قرآن مجید میں ان کا ذکر کر کے انھیں ہمیشہ کے لیے زندہ وتابندہ کر دیا، ان میں سے ایک مبارک نام "حضرت خضر علیہ السلام" بھی ہیں۔ آپ کی عظمت ورفعت اور بلند ترین مقام ومنصب کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں آپ کا "ذکر خیر" فرمایا اور لوگوں کو اس حقیقت سے بھی باخبر کیا کہ "ہم نے ان کو علم لدنّی عطا کیا" چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" [الکھف:٦٥]

ترجمہ: ہم نے اسے (خضر کو) اپنی طرف سے رحمت عطا کی اور اسے "علم لدنی" سے نوازا۔

قرآن مقدس کے مطابق "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" [الزمر:۹] اہل علم اور غیر اہل علم برابر نہیں، عالم کو جاہل پر فضیلت وبرتری اور تفوق وسروری حاصل ہے۔

انسان کی شخصیت میں چار چاند لگانے اور اس کے کلاہ افتخار میں عظمت وبلندی کا کَلَس اور کلغی لٹکانے میں "علم وتقوی" سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ ولایت و کرامت بھی اس علم وتقوی کی بدولت حاصل ہوا کرتی ہے۔ جب علم وتقوی وجہ افتخار اور باعثِ عظمت ٹھہرا اور عام انسان علم کے سبب دوسروں سے ممتاز ٹھہرا تو وہ محبوب بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے نبوّت یا ولایت وکرامت اور رحمت علم اور خالص طور سے "علم لدنی" سے سرفراز کیا ہو، اس کی عظمت ورفعت کیا عالم ہوگا!!!

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس جلیل القدر بندے کو اپنی رحمت خاصہ سے نوازا اور ان کے سر پہ "علم لدنی" کا قیمتی تاج سجا کر مشرف وممتاز فرمایا اور ساتھ ہی اپنے اس محبوب بندے کی اضافت اپنی طرف کر کے آپ کے بلند ترین مقام ومنصب سے دنیا والوں کو آگاہ کیا۔ جیسا کہ آیت کریمہ "فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا" سے ظاہر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے فضائل ومناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنے وقت کے ایک جلیل القدر پیغمبر اور اولوالعزم رسول حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے "معلم" بنائے گئے اور بحکم خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ

کے پاس یہ کہہ کر بھیجا گیا کہ "هو اعلم منک" کہ اے موسیٰ! خضر تم سے بڑے عالم ہیں، ان کے پاس جاؤ اور ان کی صحبت ور فاقت میں کچھ دن رہ کر ان سے علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کی معرفت حاصل کرو۔

تفسیر ابن عباس میں آیت کریمہ "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا.فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا" [الکهف:٦٠،٦١] کے تحت ہے: "إن موسیٰ قام خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل أي الناس أعلم؟فقال:أنا،فعتب الله علیه إذ لم یرد العلم إلیه،فاوحی الله تعالیٰ إلیه:أن لی عبدًا بمجمع البحرین هو أعلم منک،قال موسیٰ:یارب فکیف لی به؟قال:تأخذ معک حوتًا فتجعله فی مکتل فحیثما فقدت الحوت فهو ثم.....(تفسیر ابن عباس ،ص:٥٩٠،المکتبة العربیه،مکةمکرمة)۔

قرآن مقدس کی سورہ کہف آیت: ٦٠ سے ٨٢ تک میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ مذکور ہے۔(یعنی پندرہویں پارہ کے آواخر اور سولہویں پارہ کے اوائل میں ان دونوں عظیم المرتبت پیغمبر کے مابین ملاقات اور سوال وجواب کا تذکرہ ہے۔قرآن کریم کی روشنی میں جب ان دونوں بزرگوں کی آپس میں ملاقات ہوگئی اور دونوں چلے اور کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت خضر نے کشتی کو پھاڑ دیا۔جیسا کہ آیت کریمہ "فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا" اس پر دلالت کرتی ہے۔حضرت موسیٰ کو حضرت خضر کا یہ طرز عمل پسند نہ آیا اور آپ بول اٹھے: "قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا"۔

اسی طرح ایک دیوار کے گرے جانے اور حضرت خضر کا اسے سیدھی کیے جانے اور ایک کافر لڑکے کو حضرت خضر کے ہاتھوں قتل کیے جانے اور اس پر حضرت موسی علیہ السلام کے اعتراض اور آپ کے جواب کا تفصیلی ذکر قرآن میں موجود ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے کشتی کو پھاڑنے، ایک کافر غلام (لڑکا) کو قتل کرنے اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے میں کیا حکمتیں تھیں؟ مفسرین کرام نے

ان پر تفصیلات قلم بند فرمائی ہیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ تاہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس موقع پر جو تفسیری وضاحت کی ہے موضوع کی مناسبت سے اس کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ آپ لکھتے ہیں:

حضرت موسی علیہ السلام کے مزاج میں شدّت اور صلابت بہت زیادہ تھی خضر علیہ السلام نے آپ کو یہ سبق دیا کہ "قرب نوافل" میں بھی بعض ایسے مقامات ہیں جو "قرب فرائض" کے قائم مقام ہیں۔ چنانچہ حضرت خضر کا ایک لڑکے کو قتل کرنا، اغراقِ فرعون کے مقابلے میں تھا، دیوار کو بغیر اجرت کے بنا (سیدھی کر دینا) دینا، موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل کے مرادف (برابر) کہ انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ریوڑوں کو پانی پلایا اور کشتی میں شگاف کرنے کی مثال یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا۔ (مجموعۂ رسائل شاہ ولی اللہ، ج: ۱، ص: ۵۴۴، دہلی)۔

بہر کیف: حضرت خضر علیہ السلام کا اللہ ربّ العزت کا محبوب و مقبول بندہ ہونا، منجانب اللہ انھیں فضائل و کمالات اور "علم لدنی" عطا کیا جانا موسی علیہ السلام کی معلمی سے مشرف ہونا قرآن مقدس میں آپ کا "ذکر جمیل" اور "تذکرہ خیر" کا ہونا، آپ کے قدوم میمنتِ لزوم کی برکت سے بنجر زمین کا سر سبز و شاداب ہو جانا اور اسی باعث آپ کو "خضر" کے لقب سے ملقب کیا جانا یہ تمام امور تاریخی مسلمات میں سے ہیں۔ سلفِ صالحین اور ائمہ متقدمین و متاخرین میں سے کسی کا بھی ان باتوں سے متعلق اختلاف و انکار منقول نہیں۔ البتہ آپ کی حیات و نبوّت سے متعلق بعض اہل علم نے کلام کیا ہے اور آپ کی حیات و نبوّت کا سرے ہی سے انکار بھی کیا ہے۔ لیکن حق و صواب، درست اور راجح یہی ہے کہ آپ نبی ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔

ائمہ کرام، مفسرین عظام نے حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کی ایک دلیل آیت کریمہ: "وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِي" [الکہف: ۸۲] سے دی ہے۔ آپ کی حیات سے متعلق دلائل احادیث طیبہ، آثار صحابہ و اقوالِ ثقہ و محدثین میں بکثرت موجود ہیں۔

خاتم الفقہا والمحدثین حضرت علامہ شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکّی علیہ الرحمۃ اپنی بلند پایہ تصنیف ''فتاوی حدیثیہ'' میں لکھتے ہیں:

''وفی حیاۃ الخضر مایرد علی ابن الجوزی في إنکار حیاته علی أنه ناقض نفسه ،فإنه روی بإسناده المتصل أربع روایات تدلّ علی حیاته :منها عن علی کرم اللہ وجهه ،أنه راہ متعلقًا بأستار الکعبة ،ومنها عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: ولا أعلمه إلا مرفوعًا عن النبی ﷺ قال:''یلتقی الخضر وإلیاس فی کل عام فی موسم الحج فیحلق کل واحد منهما رأس صاحبه''،ومنها:عن علی کرم اللہ وجهه أنه یجتمع مع اسرافیل وجبریل ومیکائیل بعرفات والحجیج بها. (فتاوی حدیثیة، ص:۳۰۷، أبناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی، مبئی')

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں حج کے موسم میں حضرت خضر والیاس علیہما السلام کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے اور ایک دوسرے کا حلق (سر کا بال مونڈنا) کرتے ہیں اور میدان عرفات میں حضرت جبرئیل، اسرافیل ومیکائیل علیہا السلام کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔

ان شاء اللہ العظیم حضرت خضر علیہ السلام کی نبوّت وحیات، فضائل وکمالات اور آپ سے متعلق دیگر احوال وواقعات دلائل وشواہد کی روشنی میں اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

عالمِ اسلام اور بالخصوص دنیاے احناف میں جامع علوم عقلیہ ونقلیہ۔

شیخ ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان قادری ہروی حنفی معروف بہ: ''ملا علی قاری'' کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، علماے احناف میں شیخ ملّا علی قاری اس جہت سے بھی منفرد وممتاز ہیں کہ آپ کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات سے ''فقہ حنفی ومذہب حنفی کی بنیاد کو مضبوط ومستحکم کیا اور احناف کا سر فخر سے بلند کیا۔

علماے شوافع میں سے جن حضرات نے مسلکی تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کی بلند قامت شخصیت کو نیچا دکھانے کی ناروا کوشش کی ہے ملّا علی قاری نے ان کا سخت علمی محاسبہ فرمایا اور دلائل کی روشنی میں ''فقہ حنفی'' کی

وسعت وجامعیت اور اس کی برتری وبالادستی ظاہر فرمائی۔ حضرت ملّا علی قاری علوم وفنون کے خوشید تاباں تھے جس کی علمی ضوفشانیوں سے آج بھی علم وحکمت کے ایوان میں اجالا پھیلا ہوا ہے۔

آپ بمقام ''ہرات'' ۹۳۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۱۰۱۴ھ میں مکۃالمکرمہ میں وصال فرمایا۔ پوری زندگی علوم وفنون کی تبلیغ وتوسیع میں گزار دی اور مختلف موضوعات پر ایک سو سے زائد کتب ورسائل تصنیف فرما کر دین ومذہب کی مثالی خدمات انجام دیں۔

دینی علوم میں اجتہادی بصیرت رکھنے کے علاوہ آپ ''منصب تجدید'' پر بھی فائز تھے ایک مجدّد کی حیثیت سے علوم وفنون کی قابلِ رشک خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ نے اصلاحِ معاشرہ اور احقاقِ حق وابطال باطل کا فریضہ بھی انجام دیا۔

آپ کے چند کتب ورسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) تفسیر القرآن الکریم (۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح (۳) شرح مشکلات المؤطا (۴) شرح فقہ اکبر (۵) شرح الشفا للامام قاضی عیاض (۶) الزبدہ شرح البردہ (۷) تذکرۃ الموضوعات۔ (۸) شرح مسند امام اعظم (۹) الاحادیث القدسیہ الاربعینۃ (۱۰) فیض المعین (۱۱) شرح مختصر المنار (۱۲) شرح الاربعین النوویہ۔ (۱۳) الاثمار الجنیۃ (۱۴) توضیح المبانی (۱۵) جمع الوسائل (۱۶) الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ وغیرہ (الاعلام للزرکلی)

زیر نظر کتاب ''الحذر فی امر الخضر'' ''ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ'' کی سیرت وسوانح سے متعلق ایک اہم اور مفید کتاب ہے جس میں جناب خضر علیہ السلام کے احوال وکمالات پر مختلف جہت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی سے متعلق بہت سارے مخفی گوشے اجاگر ہوتے ہیں اور قارئین کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے، ملّا علی قاری نے ''حیات خضر'' سے متعلق مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور قوی دلائل کی روشنی میں کتاب کے مندرجات سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کی کل چھ (۶) فصلیں ہیں:

فصلِ اول میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ درج ہے۔

فصل دوم میں حضرت خضر کا تعارف، جائے ولادت، نام، کنیت، لقب اور زندگی کے ابتدائی احوال بیان کیے گیے ہیں۔

فصل سوم میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت سے متعلق دلائل و براہین کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے اور حضرت خضر کے بارے میں ائمہ و محدثین اور علما و فقہا کے احوال وارشادات نقل کیے گئے ہیں اور آخر میں خلاصۂ کلام کے طور پر لکھا ہے کہ: آیات کریمہ اور احادیث طیبہ ان کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔(حیات خضر علیہ السلام :ص:۱۵)۔

چوتھی فصل: خضر علیہ السلام کے واقعات و ملاقات پر مشتمل ہے۔

پانچویں فصل: بدعات و خرافات اور ناپسندیدہ امور کے بارے میں ہے۔

چھٹی فصل میں حضرت خضر کے وصال کا قول کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے۔

کتاب کی تیسری فصل بڑی معلومات افزا ہے جس میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوّت اور حیات پر روشنی ڈالنے کے علاوہ حضرت خضر کی ''نصیحتیں'' بیان کی گئی ہیں۔

محبّ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد گل ریز مصباحی دام ظلہ العالی نوجوان علمائے کرام میں ایک اچھی صلاحیت کے مالک ہیں، عالم و فاضل اور مفتی ہونے کے ساتھ درس و تدریس میں مہارت رکھتے ہیں۔ عربی زبان و ادب کے ایک ممتاز اسکالر کی حیثیت سے بھی ان کی ایک منفرد شناخت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کے متعدد کتب و رسائل کے اردو تراجم آپ کے زہرہ نگارِ قلم سے وجود میں آچکے ہیں، حالات کے پیشِ نظر مدارسِ اسلامیہ کے نصاب (درس نظامی) میں شامل کتب کے شروح و حواشی اور تراجم کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

گزشتہ تین سال کی قلیل مدت میں انھوں نے جو علمی، تحقیقی اور قلمی خدمات انجام دی ہیں وہ قابلِ رشک اور لائقِ ستائش ہیں حیرت ہوتی ہے کہ اتنے کم وقت میں اتنا

زیادہ کام انھوں نے کیسے انجام دے دیا! مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنے اس جفا پیشہ ہونہار اور لائق وفائق فرزند پر جتنا بھی ناز کرے وہ کم ہے۔

جناب مولانا گل ریز مصباحی دام ظلہ اسم با مسمیٰ شخصیت کے مالک ہیں وہ آئے دن علم و حکمت کے گل و لالہ قارئین کے سامنے پیش کر کے اپنی خداداد علمی لیاقت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔اُن کے قلم اعجاز رقم سے اب تک اٹھارہ (۱۸) کتابوں کے شروح و حواشی اور تراجم وجود میں آکر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔

ان کی قلمی خدمات حسبِ ذیل ہیں:

(۱)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ اول (۲)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ دوم (۳)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ سوم (۴)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ چہارم (۵)۔مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ پنجم ۔(۶)۔مشکوۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ اول (۷)۔مشکوۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ دوم (۸)۔مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء اول (۹)۔مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء دوم (۱۰)۔معارف الادب شرح مجانی الادب (۱۱)۔مصباح الطالبین ترجمہ منہاج العابدین (۱۲)۔علم صرف کے آسان قواعد (۱۳)۔حیات خضر علیہ السلام ترجمہ و تحقیق و تخریج۔(۱۴)۔حل تمارین خاصیات ابواب الصرف (۱۵)۔معلم الانشاء سوم کے نمونوں کا ترجمہ (۱۶)۔روضۃ الادب شرح فیض الادب اول (۱۷)۔تنشیر العواطر ترجمہ تسہیل المصادر (۱۸)۔اجراے صرف (۱)(۲) پارہ۔

درسی نظامی کی کتابوں کی شروح و حواشی و تراجم کی خدمات انجام دینے کے پیشِ نظر مولانا موصوف کو ''مفتی شبیر پورنوی ثانی'' سمجھنا چاہیے۔اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مولانا گل ریز مصباحی کے علم و عمل، عمر و اقبال اور فکر میں توانیاں اور برکتیں عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

ترجمہ نگاری مستقل تصنیف و تالیف سے بھی دشوار فن ہے، ادائے مطالب اور اظہار مدّعا کے لیے نثر میں نت نئے پیرائے اپنائے جا سکتے ہیں لیکن ترجمہ میں یہ امر دشوار ہوتا ہے اور ایک مترجم کتاب کے اصل متن کا ہو بہو ترجمہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے

،الفاظ کے مقابل الفاظ نقل کرنے کا نام ترجمہ ہر گز نہیں ،الفاظ کے ساتھ معانی اور دونوں زبانوں کے محاورات وامثال اور ان کے اسالیب پہ بھی نظر رکھنی پڑتی ہے ،تب کہیں جاکر ترجمہ ایک ''کامیاب ترجمہ'' کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

مولانا مفتی محمد گل ریز مصباحی نے زیرِ نظر کتاب ''حیات خضر علیہ السلام'' کا بڑا عمدہ ،اچھوتا اور رواں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ میں سلاست وروانی اور نفاست وعمدگی پائی جاتی ہے۔ایک کامیاب اور بہترین ترجمہ میں جو اوصاف وخصوصیات ہونی چاہیے وہ اس کتاب میں موجود ہے ۔اس بہترین ترجمہ پر فقیر طفیل احمد مصباحی عفی عنہ مولانا موصوف کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔اللہ تعالی مترجم بلند اقبال کو شاد وآباد رکھے اور دین ودنیا کی بیش خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔امین۔

محمد طفیل احمد مصباحی
سب ایڈیٹر۔ماہنامہ اشرفیہ ،مبارک پور ،اعظم گڑھ
۲۸/اپریل ،۲۰۱۷ء بروز جمعہ

عرض مترجم

اللہ تعالی نے دنیا میں ان گنت لوگوں کو پیدا فرمایا ان میں سے کچھ ایسے بندے بھی ہوئے ہیں جن کے کمالات و خوبیاں لوگوں کے سامنے ایسی ظاہر و باہر ہیں کہ آج بھی دنیا ان کو یاد کرتی ہے۔

انھیں میں سے ایک اللہ کے نیک بندے خضر علیہ السلام بھی ہیں جن کی حیات، وفات اور حالات زندگی کے متعلق بہت سے لوگوں نے مختلف زبانوں میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور لوگوں کی معلومات میں اضافہ کیا ہے لیکن پھر بھی زندگی کے ہر گوشے پر گفتگو نامکمل رہتی ہے۔

انھیں مصنفین میں ایک نام امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا بھی ہے جنھوں نے خضر علیہ السلام کی زندگی پر جامع اور دلائل سے پُر ایک عمدہ کتاب عربی زبان میں "**الحذر فی امر الخضر**" کے نام سے تصنیف فرمائی اس کتاب میں آپ علیہ السلام کی زندگی کے ہر گوشے پر جامع گفتگو کی ہے اور آپ کی زندگی پر ہونے والے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس سے تمام لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے دین و سنیت کا درد رکھنے والے ہمارے ایک مخلص محب گرامی حضرت علامہ مولانا بشارت حسین صدیقی صاحب نے مشورہ دیا کہ اس کتاب "**الحذر فی امر الخضر**" کا ترجمہ اگر اردو زبان میں ہو جائے تو خضر علیہ السلام کی زندگی کے تعلق سے ایک اچھا کام ہو گا اور عوام الناس بھی آپ علیہ السلام کے بارے میں جان سکیں گے چنانچہ ان کی فرمائش پر میں نے اس کتاب کا ترجمہ شروع کیا اور اللہ کے فضل سے قلیل مدت میں ترجمہ مکمل ہو گیا اللہ تعالی اسے قبول فرمائے۔

میں شکر گزار ہوں حضرت علامہ مولانا طفیل احمد مصباحی نائب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا جنھوں نے اس کتاب پر قیمتی تقدیم تحریر فرما کر اس کے حسن کو دوبالا

کردیا ہے اور ممنون و مشکور ہوں حضرت علامہ مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی مظفر پور کا جنھوں نے تقریظ جلیل تحریر فرماکراحقر پراحسان فرمایا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر بھول جاؤں اپنے قریبی احباب اور جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور کے قابل اساتذۂ حضرت علامہ مولانا محمد حسین احمد مصباحی ،وحضرت علامہ مولانا مفتی شفیق احمد مصباحی،وحضرت علامہ معراج صاحب امجدی،وحضرت علامہ مولاناغلام یزدانی مصباحی کو جنھوں نے اپنا قیمتی وقت دے کراس پر نظرثانی فرمائی اللہ تعالی اس کتاب کی طباعت واشاعت میں حصہ لینے والے تمام حضرات کے علم وعمل میں برکتیں عطافرمائے اور دین ودنیامیں بے شمار بھلائیاں عطافرمائے۔

ترجمہ کرناایک بڑامشکل امر ہے اس کااندازہ انھیں بخوبی ہوگاجواس دشوار گزار راہ سے گزرے ہیں پھر بھی کافی حدتک کوشش کی گئی ہے کہ ایک سلیس اردو ترجمہ پیش کیاجائے اگر کوئی خوبی پائیں تو یہ اللہ کا کرم ہوگا اگر کوئی کمی پائیں تو میری کوتاہی ہوگی لہذا اگر کسی طرح کی کوئی غلطی پائیں تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ مطلع فرمائیں ان شاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

محمد گل ریز رضا مصباحی

مدناپوری، بہیڑی، بریلی شریف یوپی

تعارف مصنف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ابوالحسن نورالدین علی بن سلطان محمد القاری ہے۔ نام نامی کے ساتھ ''ہروی و مکی'' کی نسبت معروف مقامات کے سبب سے ہے جب کہ مذہب حنفی کے پیروکار ہونے کی وجہ سے ''حنفی'' کہلائے اور دنیاے علم وفن اور بلاد اسلامیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ''ملا علی قاری'' کے نام ولقب سے متعارف ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے معروف شہر ''ہرات'' میں پیدا ہوئے ، خراسان موجودہ زمانے میں افغانستان میں شامل ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع سوانح نگاروں میں سے کسی نے بھی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کیا لہذا اس بابت کچھ کہنا یقینی قرار نہیں پاسکتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم وتربیت کی تحصیل کا آغاز اپنے اسی شہر سے کیا، اور قرآن مجید کی تعلیم وتحفیظ سے شرف یاب ہوئے نیز دیگر علوم اسلامیہ کی مبادیات بھی اسی جگہ سے حاصل کیں ، بعد ازاں اعلی تعلیم اور فنون اسلامیہ میں مہارت کے لیے مرکز کائنات مکہ مکرمہ زادھااللہ شرفاًو تعظیماً کی طرف منتقل ہوگئے

آپ رحمۃ اللہ کے مکہ مکرمہ منتقل ہونے کا زمانہ بادشاہ اسماعیل صفوی کے فتنہ عظیمہ کے بعد کا ہے اس بادشاہ کو فتوحات کا اس قدر خمار وجنون تھا کہ کسی بھی شہر ومقام کو حاصل کرنے کے لیے اس نے ہزارہا مظلوم جانوں کو اپنے تیغ وستم کا نشانہ بنایا اور بلا مبالغہ لاکھوں افراد کا ناحق خون بہایا حتی کہ اس نے بے شمار ائمہ کرام وعلماے عظام کو شہید کروایا۔ کئی ایسے نایاب کتب خانے برباد کروادئے جو اہل سنت کے تھے۔اس بارے میں امام مؤرخ قطب الدین حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام''میں تفصیلی کلام کیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۹۵۲ھ کے بعد کسی زمانے میں مکہ مکرمہ منتقل ہوئے اور وہاں کے جلیل الشان ائمہ کرام سے اکتسابِ علم کیا، مکہ مکرمہ میں آپ کے علمی ذوق

وشوق کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں یا تو آپ کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف ومنہمک ہوتے یا پھر کسی استاد سے فیض یاب ہورہے ہوتے تھے ،آپ رحمۃاللہ علیہ کے چند جلیل القدر اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ شیخ ابوالحسین محمد بن محمد بن عبدالرحمن البکری (م:۹۵۲ھ)۔

(۲)۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن الحطاب الرعینی المالکی المغربی (م:۹۵۴)۔

(۳)۔ شیخ نورالدین علی بن محمد الحجازی المعروف ''ابن عراق الکنانی'' (م:۹۶۳ھ)۔

(۴)۔ شیخ عفیف الدین عبداللہ بن احمد الفاکہی المکی (م:۹۷۲)۔

(۵)۔ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد المعروف ''ابن حجر ہیثمی'' (م:۹۷۳)۔

(۶)۔ شیخ علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف ''علی متقی ہندی'' (م:۹۷۵)۔

یادگار اسلاف: آپ رحمۃاللہ علیہ یادگار اسلاف کی بہترین تصویر تھے ،اسی لیے دنیوی اغراض ومقاصد سے ہمیشہ خود کو محفوظ رکھتے تھے انہیں وجوہات کی بناپر آپ رحمۃاللہ علیہ نے سلاطین وامرا کے یہاں آمد ورفت کی کوئی سبیل نہ رکھی تھی ،اپنی ضروریات زندگی کی گزر بسر کے لیے آپ رحمۃاللہ کا طریقہ یہ تھا کہ عربی رسم الخط میں مہارت اور فنون قراءت میں دسترس کی بناپر لوگ آپ رحمۃاللہ علیہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے جس کے پیش نظر آپ رحمۃاللہ علیہ سال بھر میں متفرق قرائتوں کے ساتھ دو مصحف شریف خوش خط تحریر کرتے اور انہیں فروخت کرکے ایک مصحف کی رقم کو اپنے مصارف پر خرچ کیا کرتے تھے جبکہ دوسرے حصہ کو غربائے اہل مکہ مکرمہ پر صرف فرماتے تھے۔

تصانیف: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف وتالیف کی صورت میں بھی ایک قیمتی ذخیرہ امت مسلمہ کے استفادہ کے لیے یادگار چھوڑا جو بلاشبہ مذہب حنفی کے مسائل وافکار اور علوم اسلامیہ کی ایک نایاب لائبریری ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتب میں سے چند مشہور زمانہ کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)۔مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للتبریزی۔

(۲)۔شرح مسند الامام اعظم ابی حنیفۃ۔

(۳)۔الاثمار الجنیہ فی الاسماء الحنفیۃ۔

(۴)شرح الوقایہ۔

(۵)۔الحزب الاعظم والورود الافخم۔

(۶)۔شرح الشفا للقاضی عیاض۔

(۷)۔شرح ثلاثیات بخاری۔

(۸)۔لباب احیاء العلوم الدین للغزالی۔

(۹)۔منح الروض الازھر فی شرح فقہ الاکبر۔

(۱۰)۔المورد الروی فی المولود النبی۔

(۱۱)۔الحذر فی امر الحضر۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''شوال ۱۰۱۴ھ'' میں وصال فرمایا اور اپنے سفر حقیقی کی جانب روانہ ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ میں ''معلاۃ'' کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا یہ علم وفن کا ایک خورشید جہاں تاب آسودہ خاک ہوا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر مصر پہنچی تو جامع ازہر میں چار ہزار سے زیادہ افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

پہلی فصل

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ازلی اور ابدی ہے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے اپنے فضل سے ہمیں پیدا فرمایا اور اپنی مہربانی سے اپنی ذات کی طرف آمادہ کیا، اپنے فضل سے رکوع و سجود کے قیام کی ہدایت دی، اور ہمیں ایسا علم عطا فرمایا جس کے ذریعہ شکر ادا کرنے میں واقع ہونے والی کوتاہیوں کو جان لیں، بلکہ ہمیں ایسا علم عطا فرمایا جس کے ذریعہ ہم اس کے بے شمار انعامات اور نعمتوں کو جان سکیں۔ درود و سلام ہو اس کے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ ان کی آل، اصحاب، متبعین، احباب پر، نیز کامل طور پر ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی درود و سلام ہو۔

درود و سلام کے بعد: اپنے پیدا کرنے والے رب سے امید لگا کر علی بن سلطان محمد قاری کہتا ہے: بے شک حضرت خضر علیہ السلام کے حالات، ان کے حسب و نسب، ولایت، نبوت، درازگئ عمر، حیات و وفات اور عدم موجودگی، بعض مقامات پر مختلف صورتوں کے ساتھ ان کے حاضر ہونے اور بعض وقتوں میں خلاف عادت امور کے صادر ہونے کے سلسلہ میں یہ ایک مقالہ ہے۔

یاد رہے کہ مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کریمہ ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (الکہف: آیت ۶۵) **ترجمہ کنزالایمان:** تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں، یہی آیت کریمہ ان کے علم و فضل اور شرف و بزرگی کے لیے کافی ہے۔

عام اہل علم کا خیال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں موسی سے موسی ابن عمران مراد ہیں۔اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد سے وہ موسی بن میثا ہیں۔ لیکن درست پہلا قول ہے۔

آیت کریمہ میں علم لدنیؔ سے مراد غیب کا علم ہے۔۔

حدیث(۱) جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا نوف بن فضالہ حمیری بکالی کوفہ کے قاضی کا خیال یہ ہے کہ موسی جو حضرت خضر کے ساتھی ہیں وہ بنی اسرائیل کے موسی نہیں ہیں تو حضرت ابن عباس نے (بطور زجر وتوبیخ) فرمایا اللہ کے دشمن بکالی نے جھوٹ کہا۔(بخاری شریف، کتاب تفسیر القرآن، سورہ کہف ج:۵ ، ص-۲۳۰)۔

حدیث(۲)۔ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ حضرت موسی علیہ السلام ایک دن بنی اسرائیل میں خطاب فرمارہے تھے تو پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ تو موسی علیہ السلام نے فرمایا سب سے زیادہ علم والا میں ہوں جب اللہ تعالی نے ان کو علم عطا نہیں کیا تو فہمائش کرتے ہوئے ان کی طرف وحی فرمائی: مجمع البحرین (بحر روم اور بحر قلزم کو کہا جاتا ہے) میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ جانتا ہے۔موسی علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں ان سے کیسے مل سکتا ہوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو اور اسے ایک ٹوکری میں ڈال لو۔تو جہاں یہ مچھلی گم ہو جائے تو وہی اس بندہ سے ملاقات کی جگہ ہو گی تو انہوں نے مچھلی لی اور اسے ایک ٹوکری میں ڈال لیا پھر وہ چلے،ان کے ہمراہ ایک جوان یوشع بن نون بھی تھے، یہاں تک کہ جب ایک چٹان کے پاس پہنچے تو ٹھہر گئے اور سو گئے، مچھلی ٹوکری سے حرکت کرتے ہوئے سمندر میں چلی گئی ،اور سرنگ کی طرح سمندر میں اپنا راستہ بنالیا،اللہ تعالی نے پانی کی تری کو مچھلی سے روک

دیا، تو وہ پانی پر طاق کی طرح ہو گئی، جب حضرت موسی علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان کا ہمراہی مچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا، رات ودن کے باقی حصہ میں سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اگلا دن آیا تو موسی علیہ السلام نے اپنی ہمراہی سے کہا: ہمارے پاس ناشتہ لے کر آؤ یقیناً ہمیں اس سفر سے تھکن ہو گئی، موسی علیہ السلام آرام نہ کر سکے تھے اور اس جگہ کا رخ کر لیا تھا جہاں کا اللہ تعالی نے حکم فرمایا تھا تو ان کے ہمراہی نے کہا: ﴿قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۘ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا﴾ (الکھف : آیت :٦٣) **ترجمہ کنزالایمان:** بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور (ذکر) کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبا (عجیب بات) ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ مچھلی کا سرنگ بنا لینا موسی علیہ السلام اور ان کے ہمراہی کے لیے تعجب خیز تھا۔

موسی علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکھف : آیت :٦٤)۔ **ترجمہ کنزالایمان:** موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے پچھلے نشانات پر واپس آئے یہاں تک کہ اس چٹان کے پاس پہنچ گئے۔

سفیان نے کہا: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چٹان آب حیات کے چشمہ کے قریب تھی جس کا پانی کوئی مردہ پی لیتا تو وہ زندہ ہو جاتا اور مچھلی نے اسے پی لیا جب پانی کا قطرہ اس کے جسم میں پہنچا تو وہ بھی زندہ ہو گئی۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس پلٹے یہاں تک کہ چٹان کے پاس پہنچ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو بیچ سمندر میں کپڑا لپیٹے، سبز قالین پر بیٹھے ہوئے پایا انھوں نے چادر کے ایک کنارے کو پیر کے نیچے اور دوسرے کنارے کو سر کے نیچے رکھ

لیا تھا۔اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کو کپڑا اوڑھے ہوئے پایا، موسیٰ علیہ السلام نے انھیں سلام کیا، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری زمین پر سلام کیسے آیا؟ دوسری روایت میں ہے کہ جواب میں فرمایا: علیک السلام، تم پر بھی سلام۔اور یہ سلام اس زمین پر کیسے آیا؟ اور آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں موسیٰ ہوں۔ فرمایا کیا موسیٰ بنی اسرائیل ہیں؟ فرمایا: ہاں، میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ جو نیک بات آپ کو تعلیم ہوئی ہے وہ مجھے سکھادیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ ؟آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے آپ نہیں جانتے ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے میں نہیں جانتا ہوں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور اللہ نے چاہا تو میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا، تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ چلیں لیکن کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا وقت آنے پر میں خود ہی بیان کردوں گا، تو انہوں نے سمندر کے کنارے چلنا شروع کیا اچانک ان کے پاس سے ایک کشتی گزری انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ انھیں بھی سوار کرلیں تو کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے انھیں سوار کرلیا جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے سے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، اور دوسری روایت میں ہے کہ تختہ کی کیل کو اکھاڑ دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ ان لوگوں نے تو ہمیں بغیر اجرت کے سوار کیا تھا اور آپ نے اس میں شگاف کردیا تاکہ یہ لوگ ڈوب جائیں یقیناً آپ نے ایک ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلی مرتبہ (سوال کرنا) موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے بطور نسیان اور دوسری مرتبہ بطور شرط اور تیسری مرتبہ قصداً تھا ،دوسری روایت میں ہے کہ ایک چڑیا آکر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اور سمندر میں چونچ ماری تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اللہ کے علم کے مقابلے میں میرے اور آپ کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے اس چڑیا نے سمندر سے پانی لے کر جو کمی کی ہے۔

پھر وہ دونوں کشتی سے نکلے اور سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے تو اچانک حضرت خضر ایک بچے کو دیکھتے ہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے خضر علیہ السلام نے اس کا سر اپنے ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر گرا کر قتل کر دیا۔اور ایک روایت میں ہے کہ اسے پکڑا زمین پر لٹایا پھر چھری سے ذبح کر دیا۔دوسری روایت میں ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا پھر ایک پتھر لیا اور سر کو کچل کر قتل کر ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے بہت بری بات کی ۔حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے آپ نے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے ۔راوی بیان کرتے ہیں: کہ یہ جواب پہلے والے سے سخت تھا ،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر مجھے اپنے ساتھ مت رکھنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان گاؤں والوں سے کھانا مانگا انہوں نے انھیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر انہوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار گرتی ہوئی پائی جو جھکی ہوئی تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا ،موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہم اس قوم کے پاس آئے انہوں نے نہ کھانے کو پوچھا اور نہ مہمانی کی اگر آپ چاہتے تو دیوار سیدھی کرنے پر کچھ اجرت لے لیتے ،خضر علیہ السلام نے فرمایا: یہیں سے میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہو گیا اب میں آپ کو ان باتوں کا مطلب

بتاتاہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ایک روایت میں ہے موسیٰ علیہ السلام نے ان کے کرتے کا دامن پکڑا اور کہا مجھے ان باتوں کا مطلب بتائیں، خضر علیہ السلام نے فرمایا وہ کشتی کچھ محتاجوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین لیتا،اور جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کردے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے ۔رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا،اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں آپ کے رب کی رحمت سے،اور یہ جو کچھ میں نے کیا اپنے حکم سے نہ کیا یہ مطلب ہے ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعات خود ہم سے بیان کرتا۔(بخاری شریف قصہ موسیٰ و خضر)

کہا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیوار سیدھی کرنے پر اجرت لینے، کشتی میں شگاف کرنے اور اللہ کے لیے بچے کو قتل کرنے پر سوال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کشتی میں شگاف کرنے اور بچے کو قتل کرنے کے سوال پر اپنے سے جدا نہیں کیا لیکن جب انہوں نے دیوار سیدھی کردی اور موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے ان کے پہلے دو سوال اللہ رب العزت کے لیے تھے اور تیسرا سوال خود اپنی ذات کے لیے تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کیا تھا کہ ان دونوں سوالوں کے بعد اگر میں آپ سے سوال کروں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا" هٰذَا فراق بيني وبينک " یہ مقصود کے بارے میں اجمالی کلام ہے اور علمائے کرام نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔(تاریخ طبری ،ج :۱، ص:۱۹۱)۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ پانی مچھلی کے راستہ سے ہٹ گیا اور ایک ایسا روشن دان ہو گیا جو متصل نہیں ہوتا تھا موسی علیہ السلام مچھلی کے پیچھے اس روشن دان میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو پایا۔

دوسری فصل
خضر علیہ السلام کون ہیں؟
ان کا نام، کنیت، نسب، آغاز زندگی اور لقب کیا ہے۔

خضر علیہ السلام کون ہیں: کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے ہیں (فتح الباری، ج:٦، ص: ٣٠٩)۔

تاریخ میں درست یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خضر نیک بندے ہیں ۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب قولہ: فلما بلغ مجمع بینھما ج: ۵، ص: ٢٣٣)۔

خَضِر خا کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ، ضاد کے سکون اور خا کے کسرہ کے ساتھ خِضْر بھی پڑھا جاسکتا ہے اور تیسری لغت خَضْر بھی ہے ۔(فتح الباری: ج: ١، ص: ١٥٤)۔

نام۔ان کا نام بلیا ابن ملکا ہے۔بلیا: با کے فتحہ اور لام کے سکون، یا اور الف ممدودہ کے ساتھ، ابن ملکا میم کے فتحہ اور لا کے سکون کے ساتھ۔(الزھد النضر، لابن حجر، ص: ٩)۔

کنیت۔ان کی کنیت ابو العباس ہے ۔(تھذیب الاسماء واللغات، ج:١، ص: ١٧٦)۔

نسب۔کہا گیا ہے کہ آپ بنی اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔(البدایہ والنھایۃ: ج: ١، ص: ٣٢٦)۔

کہا گیا ہے کہ فرعون کے بیٹے ہیں۔۔(البدایہ والنھایۃ:ج:۱،ص:۳۲۶)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرعون کے باپ ہیں اور یہ بعید نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔

درست یہ ہے جسے دار قطنی اور ابن عساکر نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کیا ہے انہوں نے ضحاک سے اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی لڑکے ہیں اور ان کی موت کو مؤخر کر دیا گیا ہے اور (آخری زمانے میں) وہی دجال کی تکذیب کریں گے۔(البدایہ والنھایۃ:ج:۱،ص:۳۲۶)۔

آغازِ زندگی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہیں اس کا ثبوت اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جسے ابنِ عَسَاکِر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم سے ہمارے اصحاب نے بیان کیا جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو اپنے تمام لڑکوں کو جمع کر کے فرمایا: اے میرے لڑکوں! بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، تو اپنے ساتھ میرے جسم کو غار میں رکھ دینا یہاں تک کہ جب سکون پاجاؤ تو میرے جسم کو لے کر ملک شام میں دفن کر دینا، تو حضرت آدم علیہ السلام کا جسم مبارک ان کے بیٹوں کے پاس رہا، جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو انھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو اپنے پاس رکھا، جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین پر طوفان بھیجا اور پوری زمین ایک زمانے تک ڈوبی رہی، پھر طوفان ختم ہونے کے بعد نوح علیہ السلام بَابُل میں آکر ٹھہرے اور اپنے تینوں بیٹوں سام، یافث اور حام کو وصیت کی کہ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو اس جگہ غار میں لے جاکر دفن کر دیں جہاں کی انھوں نے وصیت کی تھی، تو ان کے لڑکوں نے کہا زمین وحشت ناک ہے، نہ کوئی اس زمین سے مانوس ہے اور نہ ہم وہاں کا راستہ جانتے ہیں، زیادہ لوگوں کی تعداد میں ہی ہم وہاں جاسکتے ہیں، نوح علیہ السلام نے فرمایا: حضرت آدم علیہ

السلام نے اس شخص کے لیے جو ان کے جسم کو دفن کرے گا قیامت تک زندہ رہنے کی دعا کی ہے، پھر ان کا جسم مبارک اسی طرح رہا یہاں تک کہ خضر علیہ السلام نے ان کے جسم مبارک کو دفن کیا، اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا، تو خضر علیہ السلام جب تک اللہ تعالی چاہے گا زندہ رہیں گے۔(روح البیان، ج:۲، ص:۴۹۸)۔

ابن عساکر نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا خضر علیہ السلام کی ماں رومی اور والد فارسی تھے۔(فتح الباری، ج:۶، ص:۳۱۰)۔

دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں بھائی بھائی ہیں ان کے والد فارسی اور ماں رومی ہیں۔(مسند فردوس ج:۱، ص:۴۲۷)۔

اور کہا گیا ہے کہ وہ دونوں دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے بادشاہوں کے بیٹے ہیں۔(البحر المحیط، ج:۶، ص:۱۴۷)۔

لقب: ان کا لقب خضر ہے، امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ جس بنجر (یعنی کھیتی کے قابل نہ ہو) زمین پر وہ بیٹھتے اور جب اٹھتے تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی۔(بخاری شریف، کتاب الانبیاء، حدیث الخضر مع موسی ج:۴، ص:۱۲۹)۔

اور مجاہد نے کہا: ان کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ جب وہ نماز پڑھتے تو ان کے ارد گرد کی جگہ ہری بھری ہو جاتی تھی۔اور عکرمہ نے مزید کہا: ان کے کپڑے سبز ہوتے تھے اس لیے ان کا نام خضر رکھا گیا۔(روح المعانی: ج:۱۵، ص:۳۱۹)۔

تیسری فصل

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں

علم لدنی سے مراد وہ علم باطن ہے جو الہام کیا گیا ہے۔

امام بغوی نے بیان کیا کہ اکثر اہل علم کے نزدیک خضر نبی نہیں ہیں سعدی جلبی نے فرمایا کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں جمہور کا یہ کہنا ہے کہ وہ نبی ہیں۔

کرمانی نے فرمایا: ان کے نبی ہونے کے بارے میں دو قول ہیں (۱) وہ نبی مرسل ہیں (۲) وہ نبی غیر مرسل ہیں۔

اور کہا گیا کہ وہ ولی ہیں۔

اور کہا گیا کہ وہ فرشتوں میں سے ہیں۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: جمہور علما کا یہ قول ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں۔

اور اس بات پر صوفیہ اور اہل معرفت کا اتفاق ہے، ان کو دیکھنے، مجمع میں شرکت کرنے، ان سے کچھ حاصل کرنے، ان کے سوال وجواب، پاکیزہ جگہوں میں ان کے موجود ہونے کی روایات وواقعات شمار اور بیان سے زیادہ ہیں

ابن صلاح نے کہا: جمہور علما کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام علما بھی ان کے ساتھ ہیں، جبکہ بعض محدثین نے ان کے زندہ ہونے کا انکار کیا ہے۔

امام نووی نے مفسر ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام اکثر اقوال کے مطابق عمر دراز نبی ہیں اکثر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں کہا گیا ہے آخری زمانے میں جس وقت قرآن اٹھایا جائے گا وصال فرمائیں گے۔

اور کہا گیا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مسجد حرام میں جمع ہوں گے۔

عبدالرزاق کاشی نے کہا ہے کہ خضر کشادگی کا نام ہے اور الیاس تنگی سے کنایہ ہے لیکن یہ قول ماہر اہل عقل کہ نزدیک مقبول و درست نہیں ہے، اسی طرح کا قول شیخ صدر الدین اسحاق قونووی نے، تبصرۃ المبتدی وتذکرۃ المنتھی، میں نقل کیا ہے، کہ خضر علیہ السلام کا وجود عالم مثال میں ہے صوفیہ کے نزدیک یہ بات محالات میں سے ہے۔

شیخ شہاب الدین سہر وردی نے ''السر المکتوم'' میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے حضرت خضر علیہ السلام نے تین ایسی حدیثیں بیان کی جنہیں انھوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے سنا ہے،

اسی طرح کی بات شیخ علاء الدین نے بیان کی کہ خضر علیہ السلام نے بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے احادیث سنیں لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ خضر علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی جیسا کہ اس کی صراحت عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن عراقی نے ''فی تخریج احادیث الاحیاء'' میں کی ہے۔

حسن بن محمد بن حسین قمی نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اکثر لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں اور اس پر ان کا یہ ارشاد ''**وما فعلتہ عن امری**'' دلالت کر رہا ہے۔

اسی طرح امام غزالی نے فرمایا اکثر لوگوں کا اتفاق ہے کہ وہ نبی ہیں۔

آیتوں کا ظاہر اور احادیث کریمہ ان کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں ۔ محمد بن یعقوب بن محمد ابو طاہر مجد الدین شیرازی فیروزآبادی نے اسی طرح فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

کبیان کیا گیا ہے کہ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کی پیدائش فارس میں ہوئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ ماء الحیات علم سے کنایہ ہے اور والظلمات: جہل سے کنایہ ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ''اَوَمَنَ كَانَ مَيتًا فَاَحيَينَا هُ'' سورہ انعام: آیت (۱۲۲)
اور کہا کہ وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا: سے یہی مراد ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا اور انھوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بچہ کفر پر پیدا ہوا تھا اور اس کے والدین اس پر مہربانی کرتے تھے اگر وہ بالغ ہو جاتا تو انھیں کفر و سرکشی پر مجبور کرتا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ بچہ بالغ نہیں ہوا تھا۔ اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔

حسن بصری رضی اللہ تعاعنہ نے فرمایا کہ وہ پورا مرد تھا۔

کلبی نے کہا کہ وہ بچہ رہزنی کر کے مال حاصل کرتا اور والدین کو سپرد کر دیتا تھا۔

ضحاک نے کہا ہے: کہ وہ بچہ برے کام کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو تکلیف ہوتی تھی۔

دیوار کے نیچے چھپے ہوئے خزانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ وہ سونے کی تختی تھی جس میں لکھا ہوا تھا: ''تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر بھی رنجیدہ ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو رزق کا یقین رکھتا ہے پھر بھی دوڑ دھوپ کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے پھر بھی غفلت کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور دنیا والوں کے تبدل و تغیر کا یقین رکھتا ہے پھر بھی اس میں آرام پاتا ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اور دوسری جانب لکھا ہوا تھا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں نے اچھائی اور برائی کو پیدا کیا، خوش خبری ہے اس کے لئے جسے میں نے بھلائی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر صادر کر دیا، ہلاکت ہے

اس کے لیے جسے میں نے برائی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر صادر کر دیا۔ اور یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس حدیث کو مرفوعا بھی روایت کیا گیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ دونوں یتیم بچوں اور ان کے نیک والد کے درمیان سات آباء اور اجداد تھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدائی کا ارادہ کیا تو کہا مجھے نصیحت کیجئے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا علم کو صرف بیان کرنے کے لیے طلب نہ کرو بلکہ اس پر عمل کرنے کے لیے حاصل کرو۔: اور ایک روایت میں مزید یہ ہے، خضر علیہ السلام نے عرض کیا: میرے لیے دعا فرمائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر اپنی اطاعت و بندگی کو آسان کر دے۔

چوتھی فصل۔

خضر علیہ السلام کے واقعات اور ملاقاتیں

خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں گفتگو۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات فرما گئے ہیں۔

کہا گیا ہے، کہ خضر علیہ السلام اور الیاس علیہما السلام دونوں زندہ ہیں، اور ہر سال حج کے موقع پر ملاقات کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام کے زندہ رہنے کا واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے آب حیات کے چشمہ کا پانی پی لیا ہے۔

اور ہوا یوں کہ حضرت ذوالقرنین آب حیات کی تلاش میں تاریکی میں پہنچ گئے اور خضر علیہ السلام ان کے آگے تھے تو وہ آب حیات کے چشمہ پر پہنچ گئے سواری سے اتر کر غسل کیا پانی پیا، نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، ذوالقرنین راستہ بھٹک گئے اور واپس آ گئے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ وصال فرما گئے ہیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' (الانبیاء:آیت:٣٤) **ترجمہ کنز الایمان:** اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی۔ دلالت کرتا ہے ،اور نبی کریم ﷺ نے ایک دن عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یقیناً میں نے تم سب کو اس رات دیکھا اور تم میں سے جو کوئی بھی آج زمین پر موجود ہے ١٠٠ سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔آپ کا یہ ارشاد بھی ان کی وفات پر دلالت کرتا ہے اگر خضر علیہ السلام اس وقت زندہ تھے تو ١٠٠ سال بعد زندہ نہیں رہے ہوں گے ایسا ہی امام بغوی نے بیان کیا ہے ۔لیکن آیت مذکورہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ زمانہ دراز تک زندہ رہنے سے موت نہ آنا لازم نہیں آتا ہے۔

اور حدیث پاک میں وارد قول کا یہ جواب ہے کہ ممکن ہے اس زمانے میں خضر علیہ السلام روئے زمین پر نہ ہوں بلکہ ہوا کے دوش پر ہوں یا پانی کی سطح پر ہوں۔

زیادہ واضح جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں ارشاد ١٠٠ سو سال کے بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا اس سے لمبی عمر پانے والے افراد مستثنیٰ ہیں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے (کہ ملائکہ علیہم السلام اور شیطان بھی لمبی عمر پانے والے ہیں)،ہاں یہ حدیث ''رتن ہندی'' جیسے طویل العمر لوگوں کے وجود کے قول کو باطل کرتی ہے جو صحابیت ،لمبی مدت اور ایک قرن سے زیادتی کے دعویدار ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت صحابہ کرام کی تعزیت

مستدرک حاکم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو آپ کو صحابہ کرام نے گھیر لیا اور آپ کے ارد گرد جمع ہو کر رونے لگے ،تو اچانک خوب صورت جسم اور سرخ داڑھی والے آدمی آئے صحابہ کرام کی گردنوں کو پھلانگا اور رونے لگے پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر مصیبت سے نجات دینے ہر فوت شدہ کا بدل

عطا کرنے، ہر ہلاک ہونے والے کا نائب عطا کرنے والا ہے تو اللہ کی جانب متوجہ ہو اسی کے مشتاق ہو وہی تم پر مصائب میں نظر کرم فرماتا ہے۔

خیال رکھو اسے ہی عطا کیا جاتا ہے جو غرور و تکبر نہ کرے، اتنا کہ کر وہ واپس چلے گئے تو کسی شخص نے دوسرے سے کہا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟ تو حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، یہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی خضر علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح کرام کی روایت میں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ان دونوں حضرات کا قول ہو یا کسی راوی کا قول ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سارے اقوال ان کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں، اور وہ اپنے دین میں ہمارے نبی ﷺ کے تابع ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر موسی علیہ السلام میرے زمانے میں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے علاوہ انھیں کوئی چارہ نہ ہوتا کیوں کہ نبی کریم ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں، تو حکمی طور پر ان سب نے نبی کریم ﷺ کے زمانے کو پایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد ﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (آل عمران: آیت: ۸۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ کی تفسیر میں ثابت کیا

گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیاے کرام ورسولان عظام کے بھی رسول ہیں اور انھوں نے آپ کے زمانے کو حکمی طور پر پایا۔

اللہ تعالی کے ارشاد میں لفظ ''رسول'' میں تنوین عظمت و تعظیم کے لیے ہے نہ کہ نکرہ کے لیے مطلب یہ ہے وہ عظیم رسول تشریف لائے، اسی وجہ سے حضرت عیسی علیہ السلام آپ ﷺ کے دین کے مطابق نزول فرمائیں گے اور آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے دلائل

خضر علیہ السلام کو نبی کہنے والوں کی دلیل اللہ تعالی کا ارشاد: ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (الکھف: آیت: ۸۲) **ترجمہ کنزالایمان:** اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔ دلالت کر رہا ہے کہ خضر علیہ السلام موسی علیہ السلام سے زیادہ جانتے تھے اور نبی ہیں کہ کیوں کہ ولی نبی سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔

اس دلیل (یعنی خضر علیہ السلام کو جنھوں نے نبی مانا ہے اس) کا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے اللہ تعالی نے اس زمانے کے نبی کی طرف وحی فرمائی ہو کہ وہ خضر علیہ السلام کو اس طرح کرنے کا حکم فرمائیں۔

اس جواب کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ ایسا احتمال ہے جو بہت بعید ہے اگر وہ نبی اس زمانے میں موجود ہوتے تو موسی علیہ السلام کو ان سے ملاقات کا حکم دیا جاتا نہ کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات کا۔

اور ان کے نبی ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالی کہ ارشاد: رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (الکھف: آیت: ۶۵) **ترجمہ کنزالایمان:** ''ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انھیں ہدایت اور نبوت عطا فرمائی۔

حضرت احمد نے حضرت عطاء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباس کو لکھا کہ آپ بچوں کو قتل کرنے کے تعلق سے کیا فرماتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے انھیں لکھا اگر تم خضر ہو اور کافر و مومن کو پہچان سکتے ہو تو کافر بچوں کو قتل کرو۔

اور اس میں تنبیہ ہے کہ غیر نبی کے لیے یہ درست نہیں کہ محض الہام کے طور پر کسی کو قتل کرے (اور آپ نے اللہ کے حکم سے قتل کیا تھا جو آپ کی نبوت کے لیے کافی ہے)۔ اور اس بات کو بلند و زبردست علماء کرام نے اصول احکام کی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ الہامی طور پر کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

ثعلبی نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے تعلق سے تین اقوال ذکر کیے ہیں: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھے، یا ان سے تھوڑا یا زیادہ زمانے کے وقفہ سے دنیا میں تھے، نیز کہا: کہ تمام اقوال کی بنیاد پر وہ عمر دراز نبی ہیں اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے دلائل

کہا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام آخری زمانے میں وصال فرمائیں گے، اور کہا گیا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے یہاں تک کہ دجال سے جنگ کریں گے، ابن صلاح کہا ہے: جمہور علماء اور صالحین اس بات پر ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ اور ہمارے درمیان موجود ہیں، اور اس پر تمام صوفیاے کرام و صالحین کا اتفاق ہے۔

کشتی اور غلام

ابن منذر وغیرہ نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے، خضر علیہ السلام ایسے بندہ ہیں جنھیں وہی انسان دیکھ سکتا ہے جسے اللہ دکھائے، اور انھیں پوری قوم میں سے موسی علیہ السلام نے دیکھا اگر قوم ان کے اس کام کو دیکھ لیتی تو خضر علیہ السلام، کشتی کے شگاف اور بچے کے قتل میں رکاوٹ بن جاتی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے: مطرف بن شخیر نے فرمایا: ہم یقینا جانتے ہیں کہ اس لڑکے کے والدین جس دن وہ پیدا ہوا تھا خوش ہوئے تھے لیکن جس دن وہ قتل کیا گیا تو وہ رنجیدہ ہو گیے، اگر وہ لڑکا زندہ رہتا تو ان دونوں کو بھی ہلاک کر دیتا، تو مومن کو اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فیصلہ مومن کے لیے ناپسندیدہ چیز میں بہتر ہوتا ہے اور اس کے خود کے محبوب فیصلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔(ارشاد الباری ج:۷،ص:۲۲۶)۔

بعض سلف صالحین سے منقول ہے اللہ تعالی نے اس لڑکے کے بدلے اس کے والدین کو لڑکی عطا فرمائی تو اس سے نبی پیدا ہوئے (روح المعانی،ج:۱۶،ص:۱۲)۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحتیں

احمد نے کتاب الزھد میں حضرت وھب سے روایت کیا ہے، خضر علیہ السلام نے موسی علیہ السلام سے ملاقات کے وقت فرمایا: جھگڑے کو چھوڑ دو، اور بلاضرورت نہ چلو، خود پسندی میں مبتلا ہو کر مت ہنسو، اپنے گھر میں ٹھہر جاؤ، اپنی لغزشوں پر رو۔(کتاب الزہد،ص:۶۱)۔

ابن ابی حاتم نے حضرت بقیہ سے روایت کیا انھوں نے کہا مجھ سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آخری وہ بات سنی جسے حضرت خضر علیہ السلام نے موسی علیہ السلام سے جدا ہوتے وقت کہی تھی: کسی گنہ گار کو گناہ کرنے پر عار مت دلاؤ، ورنہ آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ گے (روح المعانی،ج:۲،ص:۵۱۱)۔

ابن ابوالدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے: اور ابن عساکر نے ابو عبد اللہ سے روایت کیا ہے میرا خیال ہے کہ ان کا نام ملطی ہے: فرمایا: جب موسی علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدا ہونا چاہا تو ان سے کہا مجھے نصیحت کیجیے، فرمایا: بہت فائدہ پہچانے والے ہو، نقصان پہچانے والے نہ ہو، ہنس مکھ ہو، ناراض مت ہو، جھگڑے سے باز

آجاؤ، بلا ضرورت نہ چلو، کسی انسان کو اس کی خطا پر عار مت دلاؤ، اے ابن عمران! اپنی لغزشوں پر رو (تفسیر قرطبی، ج:۱۱، ص:۴۵)۔

ان تمام احادیث میں ان کے مرتبہ اور بلند بالا مقام پر واضح دلائل موجود ہیں ،اس لیے کہ غیر نبی کے لیے یہ حق نہیں ہے کہ وہ بلند و بالا رسول سے اس طرح کی گفتگو کرے۔

ابن عساکر نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ: خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک لوگوں کو دنیا میں ان کے رنج و غم کے اعتبار سے عذاب دیا جاتا ہے (روح المعانی، ج:۱۶، ص:۸)۔

خضر علیہ السلام کی ملاقاتیں۔

خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے :آپ نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص خانہ کعبہ کے پردہ سے لپٹ کر کہہ رہا ہے "**یا من لا یشغله سمع عن سمع، یامن لا تغلطه المسا ئل ، و یا من لا یتبر م با لحا ح الملحین اذ قنی بردعفوک وحلا وۃ رحمتک**" (تفسیر القرطبی، ج:۱۱ ،ص۴۳)(روح المعانی ج:۱۵، ص۳۲۲)۔

وہ ذات: جسے کسی کی سماعت اکتاہٹ میں نہیں ڈالتی، اے وہ ذات جسے کثیر مسائل مغالطہ میں نہیں ڈالتے ہیں اے وہ ذات جسے جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑوں سے ناگواری نہیں ہوتی ہیں مجھے معاف فرما اور اپنی رحمت عطا فرما۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے بندے، دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائیں خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ نے ان کلمات کو سن لیا ہے، میں نے کہا: ہاں، پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کہ قبضۂ قدرت میں خضر کی جان ہے (اور وہ خضر علیہ السلام ہی تھے) کہ جو شخص ان کلمات کو فرض نماز کے بعد پڑھے گا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ ریت

کے ذرات، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر بھی ہوں (النہایۃ، ج:۱۱ ، ص:۴۳)۔

ابوالشیخ نے ''عظمۃ'' میں اور ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ خضر بن عامیل اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے جب بحر ہند' پہنچے اور یہی بحر چین بھی ہے۔ تو فرمایا اے میرے ساتھیوں! مجھے سمندر میں ڈال دو۔ تو انہوں نے چند دن اور چند راتوں کے لیے انھیں سمندر میں ڈال دیا پھر اوپر آئے، تو ان کے اصحاب نے کہا: اے خضر! تم نے کیا دیکھا؟ تمہیں اللہ نے مکرم و معظم کیا اور اس سمندر کی گہرائی میں تمہاری حفاظت فرمائی، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: سمندر میں پہنچنے کے بعد میری ملاقات ایک فرشتے سے ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا اے انسان! تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے! میں نے کہا: میں اس سمندر کی گہرائی دیکھنا چاہتا ہوں، تو اس نے مجھ سے کہا تو سمندر کی گہرائی کیسے دیکھ سکتا ہے، جبکہ ایک آدمی داؤد علیہ السلام کے زمانے میں سمندر میں گرا تھا اور اب تک تین گہرائیوں تک نہیں پہنچا ہے اور اس کی گہرائی تین سو سال کی مسافت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۶، ص:۷)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں خضر علیہ السلام کے بارے میں نہ بتادوں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت خضر ایک دن بنی اسرائیل کے بازار میں چل رہے تھے تو انہیں ایک مکاتب غلام نے دیکھا اور کہا: مجھ پر صدقہ کرو: اللہ تعالی تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے، تو خضر علیہ السلام نے کہا: ''آمَنْتُ بِاللهِ ,مَاشَاءَ اللهُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ'' میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے، تو مسکین آدمی نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر کچھ صدقہ کریں کیوں کہ میں آپ کے چہرہ میں چمک دیکھتا ہوں اور آپ سے برکت کی امید

رکھتا ہوں، خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے ہاں تم مجھے لے جا کر بیچ دو، تو اس مسکین آدمی نے کہا: کیا تم اس بات پر قائم رہو گے ؟فرمایا: ہاں میں سچ ہی کہتا ہوں، یقیناً تم نے مجھ سے ایک بڑی چیز کا سوال کیا ہے، میں تمہیں اپنے رب کی رضا کے لیے نامراد نہیں کر سکتا، تم مجھے بیچ دو، پھر وہ خضر علیہ السلام کو بازار لے گیا اور چار سو درہم میں فروخت کر دیا، آپ خریدار کے پاس ایک زمانے تک رہے، لیکن وہ آپ کو کسی کام میں مشغول نہیں کرتا تھا، تو آپ نے اس کہا، تم نے مجھے خریدا ہے: تو مجھے کچھ کام بتایئے اس نے کہا میں آپ کو مشقت میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں، اور آپ بہت کمزور بھی ہیں، آپ نے کہا: مجھے کوئی مشقت نہیں ہو گی، اس نے کہا :آپ کھڑے ہوں اور اس پتھر کو ہٹا دیں، اور اس پتھر کو اُس زمانے میں چھ لوگوں سے کم لوگ نہیں اٹھا سکتے تھے پھر وہ مرد کسی ضروری کام سے چلا گیا، جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا تھا، تو اس نے کہا: تم نے اچھا اور خوب صورت کام کیا، اور تم اتنی طاقت رکھتے ہو جس کا میں گمان بھی نہیں کرتا تھا، پھر اس آدمی کو سفر درپیش ہوا اس نے خضر علیہ اسلام سے کہا: یقینا میں تمہیں امین سمجھتا ہوں، تم میری غیر موجوگی میں میرے گھر والوں کے اچھے قائم مقام ہو جاؤ، پھر آپ نے فرمایا مجھے کوئی دشواری نہیں ہو گی۔ اس نے کہا اینٹیں بنا کر ایک عمارت تیار کرو یہاں تک کہ میں آ جاؤں، پھر وہ مرد اپنے سفر پر چلا گیا، جب وہ آدمی واپس آیا تو مضبوط عمارت تیار ہو چکی تھی، اس آدمی نے کہا، میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تمہارا راستہ کیا ہے اور کام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے اور اللہ کی رضا نے مجھے غلامی میں رکھا پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں اپنے بارے میں خبر دیتا ہوں میں وہی خضر ہو جن کے بارے میں آپ نے سنا ہو گا: مجھ سے کسی مسکین نے کچھ صدقہ کا مال مانگا: اور میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا پھر اس نے مجھ سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کیا: تو میں نے خود کو اس کہ حوالے کر دیا اور اس نے مجھے فروخت کر دیا، اور میں تمہیں یہ بات بتاتا

ہوں کہ جس سے اللہ تعالی کا واسطہ دے کر سوال کیا گیا اور وہ اپنے سائل کو نامراد واپس کر دے حالانکہ وہ دینے پر قادر ہو تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑا ہوگا کہ اس کی کھال، گوشت اور ہڈیاں حرکت نہیں کریں گی، تو اس آدمی نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا ،اے اللہ کے نبی، میں نے آپ کو مشقت میں ڈال دیا اور مجھے آپ کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں تم نے مجھے روک کر اچھا کیا، اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے مال اولاد کے بارے میں کوئی حکم فرمائیں جو آپ کو پسند ہو، یا آپ اختیار فرمائیں، پھر میں آپ کو روانہ کر دوں گا، آپ نے فرمایا: مجھے یہ محبوب ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کر سکوں، تو اس نے آپ کو چھوڑ دیا خضر علیہ السلام نے اس کے بعد فرمایا: تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے مجھے غلامی عطا کی پھر نجات عطا فرمائی ۔(المعجم الکبیر طبرانی، ج:۸، ص:۱۳۲، تا ۱۳۴)۔

اس حدیث میں آپ کے نبی ہونے پر واضح دلیل موجود ہے۔

ابن ابی حاتم نے ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب حضرت ابن عباس سے بچوں کے قتل کے تعلق سے پوچھا گیا کیا وہ جنت میں ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں اس بچہ کا واقعہ کافی ہے جس کے بارے میں حضرت خضر و حضرت موسی علیہما السلام نے اختلاف کیا۔

امام مسلم ابو داؤد ترمذی وغیرہ نے حضرت ابی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا وہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا: جس بچہ کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ کافر پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو کفر و سرکشی پر مجبور کر دیتا۔(صحیح مسلم بشرح النووی، ج:۱۵، ص:۱۴۵)۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حجاج بن فرافضہ سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی عبد اللہ ابن عمر کے پاس آتے تھے ان میں سے ایک قسم زیادہ کھاتا تھا وہ دونوں ایک دن اسی

طرح ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک ایک شخص ان دونوں کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس کھڑا ہو کر زیادہ قسم کھانے والے شخص سے کہتا ہے اے اللہ کے بندے ! اللہ سے ڈر اور زیادہ قسم نہ کھا، قسم کھانے سے تیری روزی میں اضافہ نہیں ہو سکتا نہ تیری روزی میں کمی ہو گی اگر تو قسم نہ کھائے، قسم کھانے والا شخص کہتا ہے چلے جاؤ تم جو مراد لیتے ہو وہ نہیں ہے، تو اس نے کہا یقیناً وہی درست ہے جو میں مراد لیتا ہوں اسے اس نے تین مرتبہ کہا اور اس کی بات کا جواب دیا، تو جب اس شخص نے واپسی کا ارادہ کیا کہا جان لو کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ہر حال میں سچ کو اختیار کیا جائے چاہے جھوٹ تمہیں فائدہ یا نقصان دے، اپنے قول کو فعل پر فضیلت نہ دو اتنا کہ کر وہ چلا گیا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے حالف (یعنی قسم کھانے والے) سے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور لکھ لو، تو اس نے کہا اے عبد اللہ ! آپ میرے لیے ان باتوں کو لکھ دیں اللہ آپ پر رحم فرمائے، پھر اس آدمی نے کہا اللہ تعالی جو ثابت کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے پھر اس نے ان کلمات کو دہرایا یہاں تک کہ وہ باتیں اسے یاد ہو گئیں، پھر وہ اس طرح گیا کہ اپنے ایک قدم کو مسجد میں رکھا مجھے معلوم نہیں کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ خضر یا الیاس علیہما السلام میں سے کوئی ایک ہیں۔ (الاصابۃ: ج ۲، ص: ۱۳۰)۔

حضرت الیاس و خضر علیہما السلام

حارث بن اسامہ نے اپنی مسند میں ایک سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک خضر تری میں اور الیاس خشکی میں ہیں ہر رات اس بندش کے پاس ملاقات کرتے ہیں جسے حضرت ذوالقرنین نے لوگوں اور یاجوج ماجوج کے درمیان بنایا ہے، ہر سال حج و عمرہ کرتے ہیں اور زم زم کا پانی پیتے ہیں جو انھیں دوبارہ ملاقات کرنے تک کافی ہوتا ہے۔ (الزھد النضر فی نبأ الخضر: ص: ۳۶)۔

ابن عساکر نے ابن ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ الیاس و خضر علیہما السلام رمضان شریف کے روزے بیت المقدس میں رکھتے ہیں، ہر سال

ملاقات کرتے ہیں اور زم زم کا پانی پیتے ہیں جو انھیں دوبارہ ملاقات کرنے تک کافی ہوتا ہے (اتحاف السادۃ المتقین، ج:۴، ص:۳۷۹)۔

عقیلی اور دار قطنی نے افراد میں اور ابن عسا کر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے، ارشاد فرمایا: خضر اور الیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ دعائیہ کلمات پڑھتے ہیں "**بسم اللہ ماشاء اللہ، لایسوق الخیر الا باللہ، ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا باللہ، ماشاء اللہ، ماکان من نعمۃ فمن اللہ، ماشاء اللہ، لاحول و لا قوۃ الا باللہ**" اللہ کے نام سے شروع، اللہ کی کیا شان ہے، بھلائی نہیں آتی مگر اللہ کی طرف سے، اللہ کی کیا شان ہے مصیبت کو صرف اللہ ہی دور کرتا ہے، اللہ کی کیا شان ہے جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اللہ کی کیا شان ہے، نہیں ہے کوئی طاقت و قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص صبح و شام ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ڈوبنے، آگ میں جلنے اور چوری سے اس کی حفاظت فرمائے گا، نیز شیطان، بادشاہ، سانپ اور بچھو سے بھی اس کی حفاظت فرمائے گا۔ (الاصابۃ، لابن حجر، ج:۲، ص:۱۲۴)۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ملاقات

ابن بشکوال نے "المستغیثین باللہ" نامی کتاب میں حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ میں جہاد کے لیے نکلا اور میرے پاس ایک گھوڑا تھا میں اس سے راستہ طے کر رہا تھا اچانک اس نے مجھے گرا دیا تو میرے پاس سے ایک خوب صورت چہرے اور اچھی خوشبو والا آدمی گزرا، اس نے کہا تم اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، ہاں: تو اس نے اپنا ہاتھ گھوڑے کی پیشانی پر رکھا اور آگے سے پیچھے تک لے گیا اور کہا "**اقسمت علیک ایھا العلۃ بعزۃ عزۃ اللہ**

و بعظمۃ عظمۃ اللہ، و بجلال جلال اللہ، و بقدرۃ قدرۃ اللہ و بسلطان سلطان اللہ، و بلا الہ الا اللہ و بما جری بہ القلم من عند اللہ، و بلا حول و لا قوۃ الا باللہ، الا انصرف''۔

ترجمہ: اے بیماری میں تجھے اللہ تعالیٰ کی عزت، اس کی بزرگی، اس کے جلال ،اس کی قدرت، اس کی بادشاہت کی قسم دیتا ہوں، اور ایسے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ایسے کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے پاس تقدیریں لکھنے والا قلم ہے، اور ایسی ذات کی قسم دیتا ہوں نہیں ہے کوئی طاقت و قوت مگر اللہ کی طرف سے، تو اس گھوڑے سے ختم ہو جا، راوی عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں تو گھوڑا کانپنے لگا، اور اس آدمی نے میری رکاب کو پکڑا اور کہا: سوار ہو جاؤ، میں سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا کر مل گیا، جب صبح ہوئی اور ہم دشمن پر غالب آ گئے، جس وقت وہ ہمارے درمیان موجود تھے تو میں نے کہا: کیا آپ گزشتہ کل ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، تو میں نے کہا، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آپ اپنے بارے میں بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سن کر وہ کھڑے ہو گئے تو ان کے قدم رکھتے ہی زمین ہری بھری ہو گئی اور وہ خضر علیہ السلام تھے، ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے جب بھی ان کلمات کو پڑھ کر کسی بیمار پر دم کیا تو وہ اللہ کے حکم سے شفا یاب ہو گیا۔(روح المعانی، ج: ۱۵، ص: ۳۲۴)۔

ابن عساکر نے اپنی سند میں محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک پکارنے والا پیچھے سے پکارتا ہے: کہ ہم سے پہلے نماز ادا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ تو حضرت عمر نے ان کا انتظار کیا، یہاں تک کہ وہ آواز دینے والا شخص صف میں شامل ہو گیا، تو حضرت عمر نے تکبیریں کہیں اور ان کے ساتھ باقی لوگوں نے بھی تکبیریں کہیں، نماز کے بعد پکارنے والا شخص کہتا ہے، اگر تو اس مردے کو عذاب دے تو یہ اس کے لائق ہے کیوں کہ اس نے تیری بہت نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے معاف فرما دے تو

یہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔ حضرت عمر اور آپ کے اصحاب نے اس شخص کو دیکھا کہ جب میت کو دفن کیا گیا اور قبر کی مٹی اس پر برابر کر دی گئی: تو اس شخص نے کہا: اے قبر والے خوش خبری ہے تیرے لئے کہ تو تعارف کرنے والا، ٹیکس وصول کرنے والا، خزانچی کلرک اور سپاہی نہیں تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس شخص کو پکڑو، ہم اس سے اسکی نماز، اور اس طرح کی بات چیت کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، فوراً وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک گز تک ان کے قدموں کے نشانات تھے'، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم، یہ وہی خضر تھے جن کے بارے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا۔ (الاصابہ، ج: ۲، ص: ۱۳۰)۔

ابن عساکر نے اپنی سند میں حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے مکحول سے روایت کیا ہے حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جہاد کے لیے نکلے یہاں تک کہ جب ہم ان کی زمین میں جذام شہر میں پہنچے جسے ''حورہ'' کہا جاتا تھا تو ہمیں سخت پیاس لگ گئی، تو ہمیں اپنے سامنے بارش کے آثار نظر آئے تو ہم خوشی سے جھوم اٹھے ہم نے ایک تالاب دیکھا جس میں دو مردار تھے اور درندے کے نشانات تھے میں پانی کے قریب آیا تو میں نے دو مردار کھائے اور پانی پیا پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ دو مردار ہیں اور درندوں کے نشانات ہیں جنھیں میں نے کھالیا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ دونوں پاک ہیں آسمان و زمین سے وہ جمع ہوتے ہیں ان دونوں کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی اور درندوں کے لیے وہ ہے جو ان کے پیٹ میں چلا گیا اور ہمارے لیے وہ ہے جو باقی رہ گیا یہاں تک کہ جب رات ہو گئی تو ہم نے سنا کہ ایک شخص غمگیں آواز میں پکار رہا ہے اے اللہ! مجھے محمد ﷺ کی امت میں شامل فرما جو کہ جنتی، بخشی ہوئی، مغفور اور بابرکت ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ اور

اے انس! اس پہاڑ کی گھاٹی میں جاؤ اور دیکھو کہ یہ آواز کیسی ہے، وہ دونوں فرماتے ہیں ہم پہاڑ کی گھاٹی میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے بدن پر برف سے زیادہ سفید کپڑے ہیں اور اس کا چہرہ اور داڑھی بھی اسی طرح بالکل سفید تھی، ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اس کے کپڑوں اور چہرہ میں سے کون ساز یادہ چمک دار ہے، اور وہ ہم سے جسم میں دو یا تین گز لمبے تھے، ہم نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا پھر کہا مبارک ہو کیا تم دونوں رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہو؟ ہم نے کہا، جی ہاں ہم رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں، حضرت انس و حذیفہ رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں ہم نے کہا آپ کون ہیں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے انھوں نے کہا کہ میں اللہ کا نبی الیاس علیہ السلام ہوں، میں مکہ جا رہا تھا تو اچانک میں نے تمہارے لشکر کو دیکھا تو مجھ سے فرشتوں کی ایک فوج نے کہا جن میں سب سے آگے جبرئیل علیہ السلام ہیں اور پیچھے میکائیل علیہ السلام ہیں، یہ تمہارے بھائی رسول اللہ ﷺ ہیں ان کو سلام کرو اور ملاقات کرو، پھر حضرت الیاس علیہ السلام نے حضرت انس و حضرت حذیفہ رضی اللہ عنھما سے فرمایا: تم دونوں جاؤ اور میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرو اور ان سے کہنا میں تمہارے لشکر میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے خوف ہے کہ میری لمبائی دیکھ کر اونٹ اور مسلمان ڈر جائیں گے کیوں کہ میرے جسم کی ساخت وبناوٹ تمہارے جسم کی طرح نہیں ہے، اور نبی کریم ﷺ سے عرض کرنا کہ وہ تشریف لائیں، حضرت حذیفہ و حضرت انس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے مصافحہ کیا پھر انہوں نے حضرت انس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ حضرت انس نے عرض کیا یہ حذیفہ بن یمان رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، یہ سن کر الیاس علیہ السلام نے انھیں مبارک باد پیش کی اور فرمایا: بخدا ان کا نام آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہے،، آسمان والے انھیں راز دار رسول ﷺ کے نام سے جانتے ہیں، حضرت حذیفہ نے عرض کیا، کیا آپ فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ فرمایا: میں ہر دن ان سے ملاقات کرتا ہوں، وہ مجھ پر سلام بھیجتے ہیں

اور میں ان پر سلام بھیجتا ہوں، پھر ہم نبی کریم ﷺ کی جانب روانہ ہوئے تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے لگے، جب ہم ایک گھاٹی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ان کا چہرہ نور سے چمک رہا ہے اور ان کے کپڑوں اور چہرہ کی روشنی سورج کی طرح نظر آتی ہے، جب ہم لشکر سے تھوڑی دور تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو، نبی کریم ﷺ چالیس قدم چل کر ہمارے پاس تشریف لائے، اور حضرت الیاس علیہ السلام سے کھل کر معانقہ کیا، پھر دونوں حضرات بیٹھ گیے، حضرت حذیفہ وانس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم نے دیکھا کہ اونٹوں کی برابر بڑے بڑے سفید پرندوں نے انھیں گھیر لیا ،انہوں نے اپنے بازو پھیلادئے اور نبی کریم ﷺ والیاس علیہ السلام اور ہمارے درمیان حائل ہوگیے، پھر نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اے حذیفہ وانس رضی اللہ عنھما! آگے بڑھو، ہم آگے بڑھے، ہم نے دیکھا کہ ان کے درمیان ایک سبز دستر خوان رکھا ہوا ہے، میں نے اس سے خوب صورت کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی ،اس کا ہرا رنگ سفید رنگ پر غالب آگیا تھا،اس کی وجہ سے ہمارے چہرے اور کپڑے بھی سبز ہوگیے ،اور اس دستر خوان پر گیندنا(ایک قسم کی بدبودار ترکاری) کے علاوہ روٹی، انار، کیلا، انگور، پختہ کھجوریں اور سبزی سب کچھ تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر شروع کرو، دونوں راوی فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ دنیا کا کھانا ہے؟ فرمایا نہیں، الیاس علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری چالیس دن اور چالیس راتوں کی غذا ہے جسے میرے پاس فرشتے لے کر آتے ہیں اور یہ پورے چالیس دن اور چالیس راتوں کا کھانا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالی فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، ہم نے کہا آپ کا ارادہ کہاں کا ہے؟ فرمایا میرا ارادہ رومیوں کے پیچھے جانے کا ہے، میں مسلمانوں کی فوج کے ساتھ فرشتوں کے لشکر میں تھا، انہوں نے کفار سے جنگ کی، ہم نے کہا: یہاں سے اس جگہ کی مسافت کتنی ہے؟ جہاں پر آپ تھے ،فرمایا: چار ماہ کی مسافت ہے، اور دس دن پہلے میں ان سے جدا ہو چکا ہوں اور اب

میں مکہ جارہا ہوں میں ہر سال ایک مرتبہ پانی پیتا ہوں اور وہ پانی آئندہ سال حج کے موسم تک میرے لیے کافی ہوتا ہے ،ہم نے کہا آپ زیادہ تر کہاں اقامت اختیار کرتے ہیں ؟فرمایا: میں شام ،بیت المقدس، مغرب اور یمن میں زیادہ رہتا ہوں اور محمد ﷺ کی چھوٹی بڑی کوئی بھی مسجد ہو لیکن میں ضرور جاتا ہوں، ہم نے پوچھا آپ کی ملاقات خضر علیہ السلام سے کب ہوتی ہے ؟فرمایا: میری ملاقات ان سے ہر سال حج کے مہینے میں ہوتی ہے،اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے آپ کی ملاقات اس بار محمد ﷺ سے مجھ سے پہلے ہو گی میری جانب سے انہیں سلام عرض کرنا الیاس علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ سے معانقہ کیا اور روئے ، پھر ہم سے انہوں نے مصافحہ و معانقہ کیا اور ہمارے ساتھ مل کر روئے ، پھر ہم نے ان کو دیکھا تو وہ آسمان میں چڑھ گیے گویا کہ کوئی انہیں اٹھائے ہوئے ہے پھر ہم نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ الیاس علیہ السلام آسمان میں چڑھ گیے ، نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک فرشتہ کے بازوں کے درمیان رہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں وہ انہیں لے جاتا ہے۔

ابن عساکر نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہے یعنی معنی کے اعتبار سے اس طریقے پر کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے ۔(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن حجر ،ج: ،ص:۱۲۳)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خضر اور الیاس علیہما السلام دونوں نبی ہیں اور دونوں امت مصطفی ﷺ کے فرد ہیں جبکہ وہ ان لوگوں میں سے بھی ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کی صحبت پائی اور آپ ﷺ کی دیدار سے مشرف ہوئے ۔

چنانچہ پہیلی کے طور پر بھی یہ سوال کیا جاتا ہے۔فتح الباری :ج: ٦، ص: ٣١١)۔

صحابہ میں سب سے افضل چاروں خلیفہ یعنی حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالی عنھم ہیں۔

.امام باجوری نے کہا : کہ امام جلال الدین سیوطی اور بعض محدثین نے بھی حضرت خضر کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔(حاشیۃ الباجوری، ج:١، ص١٧)

امام ذہبی نے ''تجرید اسماء الصحابہ'' میں فرمایا کہ عیسی علیہ السلام نبی ہیں اور صحابی بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور وہ وصال فرمانے والے آخری صحابی ہوں گے۔(تجرید اسماء الصحابہ، ج:١، ص: ٤٣٢)۔

نیز یہ بات محال عادی میں سے ہے کہ خضر اور الیاس علیہما السلام نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہوں اور رات ودن کسی بھی وقت آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور جب وہ دونوں اس امت کے فرد ہیں تو ان پر اسلام کے احکام کو جاننا ضروری ہے تو یقیناً انہوں نے احکام اسلام سیکھے ہیں جس طرح دیگر صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سیکھے ہیں۔ان دونوں کے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہنے میں جو حکمت ہے بہتر ہے اسے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کر دیا جائے اور توقف کیا جائے ۔(روح المعانی، ج: ١٥، ص: ٣٣٧)۔

رہی یہ حدیث ''لو کان اخی الخضر حیا لزارنی'' اگر میرے بھائی خضر زندہ ہوتے تو ضرور مجھ سے ملاقات کرتے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے جیسا کہ اس کی صراحت حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی ہے۔(اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب ، ص: ١١٤)۔

خضر علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ

ابن عساکر نے بھی اسباط سے روایت کیا ہے انہوں نے سدی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام خضر تھا اور الیاس اس کے بھائی تھے تو لوگوں نے بادشاہ سے کہا آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور آپ کا بیٹا خضر آپ کی بادشاہت میں دلچسپی نہیں لیتا ہے آپ اس کی شادی کر دیں تاکہ اس کا لڑکا آپ کے بعد بادشاہ بن جائے ، تو بادشاہ نے اس سے کہا، اے میرے بیٹے ! شادی کر لے ، اس نے کہا میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے ، بادشاہ نے کہا شادی کرنا تمھارے لیے ضروری ہے ، اس نے کہا، تو پھر میری شادی کرادیں ، بادشاہ نے اس کی شادی ایک باکرہ لڑکی سے کرادی ، خضر علیہ السلام نے اس سے فرمایا: مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر تو چاہے تو میرے ساتھ اللہ کی عبادت کر، اور تجھے شاہی غذا اور خرچ ملے گا، اور اگر چاہے تو میں تجھے طلاق دیدوں تو اس نے کہا: طلاق نہ دیں بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ عبادت کروں گی ، پھر آپ نے اس سے فرمایا: تو میرے راز کو ظاہر مت کرنا، اگر تو میرے راز کی حفاظت کرے گی تو اللہ تعالی تیری حفاظت فرمائے گا ، اور اگر تو نے ظاہر کیا تو اللہ تعالی تجھے ہلاک کر دے گا ، تو وہ عورت ان کے ساتھ ایک سال تک رہی لیکن بچہ پیدا نہیں ہوا، ایک سال کے بعد بادشاہ نے اسے بلا کر پوچھا، تو بھی جوان ہے اور میرا لڑکا بھی جوان ہے اور تو بچہ پیدا کرنے والی عورتوں میں سے ہے پھر بھی بچہ پیدا نہیں ہوا ، آخر وجہ کیا ہے ؟ اس عورت نے جواب دیا، بے شک لڑکا اللہ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے پھر خضر علیہ السلام کو بلایا اور ان سے بھی پوچھا، اے میرے بیٹے ! اب تک کوئی لڑکا کیوں پیدا نہیں ہوا؟ آپ نے بھی وہی جواب دیا، لڑکا تو اللہ تعالی کے حکم سے پیدا ہوتا ہے تو بادشاہ سے کہا گیا: شاید یہ عورت بانجھ ہے ، بچہ جننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے ، ان کی شادی کسی بچے پیدا کرنے والی عورت سے کرا دیجیے ، بادشاہ نے خضر علیہ السلام سے کہا: اس عورت کو طلاق دیدے ، خضر علیہ السلام نے عرض کیا: آپ میرے اور اس کے درمیان جدائی کریں گے جبکہ میں اس سے خوش ہوں ۔ بادشاہ نے کہا: جدائی ضروری ہے ، پھر آپ نے اسے طلاق دیدی ، پھر ان کی شادی ثیبہ اور بچے جننے والی عورت سے کرادی ، تو خضر علیہ السلام نے اس

دوسری عورت سے بھی وہی بات کہی جو پہلی والی سے کہی تھی، تو اس عورت نے کہا: ٹھیک ہے میں آپ کے ساتھ رہوں گی جب ایک سال ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو بادشاہ نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا: کہ تو ثیبہ ہے اور میرے لڑکے سے شادی سے قبل کئی بچے پیدا کیے ہیں تو اب میرے لڑکے کے ساتھ شادی کو ایک سال ہو گیا ہے تو پھر لڑکا پیدا کیوں نہیں ہوا، اس نے کہا: لڑکا شوہر اور بیوی کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے، اور میرا شوہر عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو بادشاہ اس بات سے غصہ ہو گیا، بادشاہ نے حکم دیا اس کو بلا کر لاؤ یہ سن کر وہ گھر سے بھاگ گیے، تو بادشاہ نے ان کی تلاش میں تین آدمیوں کو بھیجا تو دو آدمیوں نے انھیں تلاش کر لیا تو انہوں نے ان دونوں سے گزارش کی کہ اسے چھوڑ دیں لیکن وہ دونوں نہ مانے یہاں تک کہ تیسرا شخص بھی آگیا تو اس نے کہا کہ اسے بادشاہ کے پاس مت لے کر جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے لڑکے کو مارے تو ان دونوں نے خضر کو چھوڑ دیا، پھر وہ تینوں لوگ بادشاہ کے پاس آئے تو ان میں سے دو نے بادشاہ کو بتایا کہ ہم نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس تیسرے شخص نے اسے چھڑا دیا تو بادشاہ نے اس تیسرے آدمی کو گرفتار کر لیا۔

پھر بادشاہ نے غور و فکر کیا اور ان دونوں آدمیوں کو بلایا اور کہا: تم دونوں نے میرے لڑکے کو ڈرایا یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا پھر ان دونوں کے قتل کا حکم دیا تو وہ دونوں قتل کر دیے گیے، پھر خضر کی دوسری بیوی کو بلایا اور کہا: تو نے میرے لڑکے کو بھگایا اور اس کے راز کو فاش کر دیا اگر تو اس کے راز کو فاش نہ کرتی تو وہ میرے پاس موجود رہتا تو بادشاہ نے ان کی دوسری بیوی کو قتل کروا دیا اور پہلی بیوی اور انھیں چھوڑنے والے مرد کو رہا کر دیا، پھر اس عورت نے جانے کے بعد شہر کے دروازے پر ایک خیمہ بنایا وہ لکڑیاں جمع کرتی اور انھیں بیچتی اور اس کی قیمت سے گزارہ کرتی تھی، پھر ایک دن شہر سے ایک فقیر آدمی نکلا تو اس نے کہا: "بسم اللہ" اللہ کے نام سے شروع، تو اس عورت نے کہا: کیا تم اللہ کو جانتے ہو؟ اس نے کہا، ہاں: اور میں خضر علیہ السلام کا ساتھی ہوں، تو عورت نے کہا: اور میں خضر علیہ السلام کی بیوی ہوں، تو اس

شخص نے اس عورت (جسے خضر علیہ السلام نے طلاق دیدی تھی) سے شادی کرلی، اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ عورت فرعون کی بیٹی تھی۔

اسباط نے عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ روایت کرتے ہیں سعید بن جبیر سے ،وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس سے، انہوں نے فرمایا: کہ وہ مسلمان عورت (جو پہلے خضر علیہ السلام کے نکاح میں تھی پھر اسے طلاق دیدی تھی) ایک دن فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کررہی تھی، اچانک کنگھی اس عورت کے ہاتھ سے گرگئی تو اس نے کہا "سبحان اللہ ربی" اس اللہ کی پاکی جو میرا رب ہے، تو فرعون کی بیٹی نے کہا: تو میرے باپ فرعون کو رب کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا نہیں، بلکہ میں اس اللہ کو پکار رہی ہوں جو میرا اور تیرے باپ کا رب ہے، تو فرعون کی بیٹی نے کہا کیا یہ بات میں اپنے باپ کو بتادوں؟ اس نے کہا ہاں بتادے، چنانچہ فرعون کی بیٹی نے اس عورت کی بات اپنے باپ کو بیان کردی، فرعون نے اس عورت کو بلایا اور کہا دین اسلام کو چھوڑ دے، اس عورت نے کہا میں دین اسلام کو نہیں چھوڑ سکتی، چنانچہ فرعون نے تانبے کی ایک کڑھائی منگائی اور اس کے لڑکے کو پکڑ کر اس جوش مارتی ہوئی گائے میں ڈال دیا، پھر کہا: کیا تو اپنا دین نہیں چھوڑے گی؟ اس عورت نے کہا: نہیں، پھر اس نے اس کے دوسرے لڑکے پکڑ کر گائے میں ڈال دیا اس طرح سارے بچوں کو اس میں ڈال کر ختم کردیا، پھر اس سے کہا: کیا تو اب بھی باز نہیں آئے گی؟ اس نے کہا نہیں، پھر اس کے بارے میں بھی حکم دیا کہ اسے بھی کھولتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے، اس عورت نے کہا: مرنے سے پہلے میری ایک خواہش ہے، پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: جب تو مجھے تانبے کی کڑھائی میں ڈالے، پھر اس کڑھائی کو اٹھاکر ہمارے اس گھر میں ڈال دے جو شہر کے دروازے پر ہے، پھر کڑھائی کو ہٹاکر اس گھر کو ہمارے اوپر ڈھادے، تاکہ وہ گھر ہم سب کی قبر بن جائے، فرعون نے کہا: ٹھیک ہے تیری یہ بات ہمیں منظور ہے، کیوں کہ ہم پر تیرا یہ حق ضروری ہے، چنانچہ اسے مارنے کے بعد اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ (البدایہ والنھایۃ، ج:۱، ص:۲۳۱)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات جب میں نے سفر کیا تو میں نے ایک پاکیزہ خوشبو سونگھی، میں نے کہا اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ فرعون کی بیٹی کے بال سنوارنے والی عورت اور اس کے بچے کی خوشبو ہے۔ ابن عساکر نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے جبرئیل یہ پاکیزہ خوشبو کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کنگھی کرنے والی، اس کے بیٹے اور اس کے شوہر کی قبر کی خوشبو ہے۔

اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی اسرائیل کے شرفا لوگوں میں سے تھے، ان کا گزر گرجا گھر کے ایک راہب کے پاس سے ہوتا ہے تو اس راہب سے ملاقات کر کے اسے اسلام کی تعلیم دیتے ہیں اور اس سے وعدہ لیتے ہیں کہ وہ کسی کو بھی نہیں بتائے گا، پھر ان کے والد نے ان کی شادی ایک عورت سے کر دی، تو اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے بھی وعدہ لیا کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گی پھر اسے طلاق دیدی، تو ایک عورت نے ان کے راز کو فاش کر دیا اور دوسری نے چھپا لیا، جب راز فاش ہو گیا تو بادشاہ کے گھر سے بھاگ گیے اور سمندر میں ایک جزیرہ میں آکر ٹھہر گیے، تو انہیں دو آدمیوں نے دیکھ لیا، ان میں سے ایک نے ان کا پتہ بتادیا اور دوسرے نے چھپا لیا، پھر راز فاش کرنے والے سے کہا گیا: کس نے اسے تمھارے ساتھ دیکھا ہے؟ اس نے چھپانے والے کا نام بتادیا، اور ان کے مذہب میں یہ طریقہ تھا کہ جو شخص جھوٹ بولتا تو اسے قتل کر دیا جاتا، تو جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے چھپا لیا، پھر اس سے کہا گیا جس نے بات کو فاش کر دیا تھا چنانچہ اسے قتل کر دیا، پھر خضر علیہ السلام کا پتہ نہ بتانے والے مرد کی شادی ان کی خبر چھپانے والی عورت سے کر دی گئی۔ ایک دن وہ فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی تو اس نے کہا فرعون ہلاک ہو جائے، فرعون کی لڑکی نے اس کی خبر اپنے باپ کو دیدی، تو اس نے اس عورت، اس کے شوہر اور اس کے لڑکے کو بلایا تو اس نے ان سے کہا کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں لیکن انہوں نے انکار کیا، تو اس لڑکی نے کہا: یقیناً میں تم سب کو قتل کر دوں

گی، توانہوں نے کہا: ہماری خواہش یہ ہے کہ جب توہم سب کو قتل کر دے توہم سب کی ایک قبر بنادینا، توان سب کو قتل کرکے ان کی ایک قبر بنادی گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات اس خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو نہیں سونگھی یہاں تک کہ میں جنت میں داخل ہو گیا۔

صالحین (نیک لوگوں) سے ملاقات

ابوالحسین بن مناوی نے "فی جزء جمعۃ فی اخبار الخضر" میں ایک سند سے حضرت ابو عمرو نصیبی سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمہ بن مصقلہ کو تلاش کرتے ہوئے نکلا اور کہا یہ جاتا تھا کہ وہ ابدال ہیں، تو میں نے ان سے اردن کی وادی میں ملاقات کی، توانہوں نے مجھ سے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کے بارے میں نہ بتادوں جو آج میں نے اس وادی میں دیکھی ہے، میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے فرمایا: کہ میں وادی میں داخل ہوا تو میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو ایک درخت کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں، تو میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ ضرور الیاس علیہ السلام ہیں تو میں ان سے قریب ہوا اور انھیں سلام کیا توانہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، تو میں نے کہا، آپ کون ہیں اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، فرمایا: میں اللہ کا نبی الیاس علیہ السلام ہوں، میں نے کہا، اے اللہ کے نبی! کیا زمین میں آج ابدال موجود ہیں؟ فرمایا: ہاں ساٹھ ابدال موجود ہیں، ان میں سے پچاس عریش سے فرات کے درمیان میں ہیں، تین مصیصہ (یہ ایک گاؤں ہے جو دمشق سے قریب ہے) میں ہیں اور ایک انطاکیہ میں ہے اور باقی دس عرب کے تمام شہروں میں ہیں۔ (الزھد النضر فی نبأ الخضر، ص:۱۰۲، ۱۰۰)۔

اور ہم نے ابدال کی احادیث اپنے رسالہ "المعدن العدنی فی فضل اویس القرنی" میں ذکر کی ہے (ہدیہ العارفین، ج:۱، ص:۵۴۳)۔

قشیری نے اپنے رسالہ میں ایک سند سے خواص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں بنی اسرائیل کے میدان تیہ میں تھا تو اچانک ایک شخص میرے پاس سے

گزر تا ہے تو مجھے تعجب ہوا پھر مجھے خیال آیا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں تو میں نے ان سے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں ؟ انہوں نے کہا: تیرا بھائی خضر ہوں ، میں نے کہا، آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، فرمایا پوچھ، میں نے کہا آپ امام شافعی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا وہ اوتاد میں سے ہیں، میں نے کہا، امام احمد بن حنبل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ فرمایا: وہ سچے انسان ہیں، میں نے کہا آپ بشر حافی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ فرمایا: ان کے بعد ان کا مثل کوئی پیدا نہیں ہوا، میں نے کہا: کس وسیلے سے میں آپ کو دیکھوں ؟ فرمایا: اپنی ماں کے وسیلے (برکت) سے۔ (مناقب الامام احمد بن حنبل، ط ۲، ص: ۱۴۴)۔

پانچویں فصل

بدعتیں اور ناپسندیدہ چیزیں

یہ عجیب و غریب معاملات اور نامناسب کام باب ''حزورہ'' (یہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اور یہ ایک بازار کا نام ہے جو اس کے دروزاے پر لگتی ہے اور آج اس دروزاے کا نام باب الوداع ہے) کے پاس مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کے سامنے فقہا کی صورتوں میں بعض بے وقوف لوگوں اور عورتوں کے اجتماع کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں اور مغرب کی نماز ذی القعدہ کے پہلے ہفتہ میں جلد ادا کی جاتی ہے یہ خیال کرتے ہوئے آج جو سب سے پہلے اس مسجد سے نکلے گا وہ خضر علیہ السلام ہوں گے اسی طرح کے دیگر منکرات جن کا یہاں ذکر مناسب نہیں۔

اور اس سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ حکام حرام مال کھاتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان سے ان بدعتوں کو ختم کرنے کے تعلق سے غافل رہتے ہیں۔

اور بعض علمانے جو یہ ذکر کیا ہے کہ خضر علیہ السلام مقام ابراہیم کے پیچھے شافعی امام کے ساتھ صبح کی نماز ادا کرتے ہیں تو ان کی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والی روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ وہ عبادت کے مسائل میں امام شافعی کے پیروکار ہیں اس لیے کہ وہ کسی بھی امام کے مقلد نہیں ہیں

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''المشرب الودری فی مذہب المھدی'' میں پوری طرح ثابت کر دیا ہے، اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام شافعی کا مذہب تمام مذاہب میں سب سے اصح یا مراتب میں زیادہ احوط ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ جماعتیں مختلف ہیں اور اماموں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا داعی اس وقت پایا گیا جو شافعی امام کی اقتدا کو راجح کرتا تھا چنانچہ انہوں نے شافعی امام کی اقتدا کر لی۔

پھر جان لو کہ جو شخص سنتوں کا پابند ہو جاتا ہے اور بدعتوں سے دوری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے دل کو معرفت کے نور سے روشن فرما دیتا ہے اور جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے رو گردانی کرتا ہے اور نبوت کی طاق سے کچھ بھی علم حاصل نہیں کرتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اسے علم لدنی حاصل ہے تو وہ نفس اور شیطان کے پاس سے ہوتا ہے اس کے لیے کفر اور رسوائی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ تو علم لدنی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) علم لدنی رحمانی (۲) علم لدنی شیطانی۔

اور کسوٹی اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی احادیث ہیں اور خضر علیہ السلام کے ساتھ موسی علیہ السلام کا جو واقعہ پیش آیا اس کے تعلق سے یہ ماننا کہ علم لدنی وحی کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے یہ قول تمام مشائخ کے نزدیک بے دینی ہے اور کفر ہے اس سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

فرق یہ ہے کہ موسی علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی طرف نہیں بھیجا گیا اور نہ خضر علیہ السلام کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا اگر خضر علیہ السلام کو ان کی پیروی کا حکم دیا جاتا تو ان پر ضروری ہوتا کہ وہ موسی علیہ السلام کی طرف ہجرت کرتے اور ان کے ساتھ رہتے اسی وجہ سے جب موسی علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے موسی علیہ السلام سے پوچھا کیا تم بنی اسرائیل کے موسی ہو انہوں نے جواباً فرمایا ہاں، میں بنی اسرائیل کا موسی ہوں۔

محمد ﷺ تو وہ جن وانس کی طرف بھیجے گئے ہیں اسی لیے ان کی رسالت ہر زمانے میں جنوں اور انسانوں دونوں کے لیے عام ہے اگر موسی اور عیسی علیہما السلام

ظاہری طور پر زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ ﷺ کی پیروی کرتے۔امام قسطلانی نے فرمایا جو شخص یہ دعوی کرے کہ اس کا مقام و مرتبہ محمد ﷺ کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام کا موسی علیہ السلام کے ساتھ ہے یا اس مقام و مرتبہ کو امت میں سے کسی فرد کے لیے جائز مانے تو اسے تجدید اسلام کرنا چاہیے اور کلمہ شریف پڑھے کیوں کہ وہ پورے طور پر اسلام سے خارج ہو گیا چہ جائے کہ وہ اللہ تعالی کے خاص اولیا میں سے ہو بلکہ اس وقت وہ شیطان کے دوستوں، جانشین اور نائبوں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی کتاب رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی اور آپ ﷺ کے صحابہ واحباب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے گروہ کے ساتھ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہمارا حشر فرمائے۔

چھٹی فصل

خضر علیہ السلام کے وصال کا قول کرنے والوں کا رد

پھر میں نے ابن قیم جوزیہ کو دیکھا اس نے بیان کیا کہ وہ احادیث جن میں خضر علیہ السلام اور ان کی زندگی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب احادیث جھوٹی ہیں اور ان کی حیات کے بارے میں کوئی ایک بھی روایت درست نہیں ہے۔(روح المعانی، ج:۱۵ ،ص: ۳۲۶)۔

اس کا جواب ان احادیث وآثار میں ہے جو گزشتہ صفحات میں ذکر کی گئی ہیں۔

راوی فرماتے ہیں اسحاق بن بشر حربی سے خضر علیہ السلام کی حیات اور وفات کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا جو کسی غائب کے بارے میں محال بات کہے تو اس نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور یہ بات لوگوں کے دلوں میں شیطان نے ڈال دی کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں (الزھد النضر، ص:۵۳)۔

اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ان کا یہ قول شاذ ہے جو جمہور علما اور مشائخ صالحین کے خلاف ہے۔راوی فرماتے ہیں، امام بخاری سے حضرت خضر والیاس علیہما السلام کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ دونوں زندہ ہیں؟ تو امام بخاری نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب

کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "آج جو لوگ روئے زمین پر ہیں سو سال گزرنے پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

اور اس کے بارے میں کسی دوسرے امام سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ''وَمَاجَعَلْنَالِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدِ، سورۃ الانبیاء ،اَلایۃ:٢٤).

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں بنائی۔

دوسرے سوال کا جواب ظاہر ہے اس لیے کہ مخلد سے مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نہ مرے اور ہمیشہ زندہ رہنے کی بات کسی نے بھی خضر علیہ السلام کے بارے میں نہیں کی۔

اور امام بخاری کا حیرت ظاہر کرنا، تو خود ان کے اس قول سے بھی آپ ﷺ کے زمانے میں خضر علیہ السلام کی حیات کی نفی نہیں ہوتی ہے بلکہ ان کا یہ قول سو سال کے بعد خضر علیہ السلام کی موت کا فائدہ دیتا ہے۔

امام بخاری نے جو حدیث پاک بیان کی ہے کہ سو سال گزرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا تو اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام اس وقت ظاہری زمین پر نہیں تھے بلکہ وہ پوشیدہ تھے، یا آپ ﷺ کی یہ حدیث پاک ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کو لوگ عام طور پر دیکھ سکتے ہیں، کیوں کہ فرشتے، دجال کا خروج اور شیطان اس سے مستثنیٰ ہیں کہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے اور آپ ﷺ کی حدیث پاک ان لوگوں کے بارے میں ہے جنھیں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ یہ سب ایک صدی گزرنے کے بعد زندہ نہیں رہیں گے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی صدی گزرنے کے بعد کوئی باقی نہیں رہے گا لہذا اس میں غور کر لو۔ (فتح الباری: ج٦، ص: ٣١٠)۔

ہاں یہ حدیث پاک رتن ہندی جیسے طویل عمر کے مدعی لوگوں کے دعوی کے بطلان پر دلیل ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کے پاس آتے اور ان کے سامنے جہاد کرتے اور ان سے علم سیکھتے جبکہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: اے اللہ اگر تو اس

جماعت (صحابہ) کو ہلاک کر دے گا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، اور بدر میں صرف تین سو تیرہ صحابہ کرام موجود تھے جن کے خود کے نام باپ داداؤں کے نام اور قبیلوں کے نام سے مشہور ہیں تو اگر خضر علیہ السلام اس وقت زندہ تھے تو اس وقت کہاں تھے اور کیوں جنگ میں شرکت نہیں کی۔ (روح المعانی، ج: ۱۵، ص: ۳۲)۔

میں کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ کا یہ کلام غریب ہے اس طور پر کہ انہوں نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام پر ضروری تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیتے حالانکہ ماہر علما میں سے کسی نے بھی اس طرح کا قول نہیں کیا ہے، حضرت اویس قرنی بہترین تابعین میں سے ہیں پھر بھی انھیں نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل نہ ہوئی اور نہ جہاد میں آپ ﷺ کی صحبت ملی اور نہ بلا واسطہ علم حاصل کرنے کا موقع ملا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں آتے اور علم حاصل کرتے لیکن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے تھے کیوں کہ حکمت الٰہی کے تقاضوں کے تحت انہیں علانیہ آنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اور ابن مبارک کے کلام سے گزشتہ صفحات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے بعض جنگوں میں شرکت فرمائی ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک "پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! زمین پر علانیہ، غلبہ اور طاقت و رامت کے ساتھ تیری عبادت نہیں کی جائے گی اور یہ مطلب نہیں ہے کہ پھر زمین پر کوئی بھی اللہ کی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا کیوں کہ اس وقت بہت سے ایسے مومن تھے جو مدینہ وغیرہ سے باہر رہتے تھے اور وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

ابوالفرج ابن جوزی کا رد

انہوں نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں، ابن قیم نے ابوالفرج ابن جوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام دنیا میں موجود نہیں ہیں اور اس پر چار حجتیں دلالت کرتی ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث رسول (۳) علمائے محققین کا اجماع

۔(۴)علمائے معقولین کا اجماع۔

(۱)۔قرآن پاک سے خضر علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدِ ''(سورۃ الانبیاء،الایۃ:۳۴)
ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں بنائی۔اگر ان کے لیے ہمیشگی ہوتی تو وہ ہمیشہ رہتے۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ ابن الجوزی کے اس اعتراض کا جواب بہت اچھی طرح سے گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ خلد سے مراد طول عمر ہے یعنی ایک طویل زمانے تک خضر علیہ السلام زندہ رہ کر وصال فرمائیں گے کیوں کہ عیسی علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ سے پہلے تھے اور ان کی طویل عمر پر عوام کا اتفاق ہے ۔(کشف الظنون،ج:ص:۱۱۲۵)۔

(۲)۔حدیث پاک سے خضر علیہ السلام کی وفات پر دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا''أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِئَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَيْهَا أَحَدٌ'' متفق علیہ) آج اس معراج کی رات میں نے تم سب کو دیکھا،تو آج تم سے کوئی بھی جو روئے زمین پر موجود ہے سو سال پورا ہونے پر کوئی بھی زندہ باقی نہیں رہے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ پہلے فرمایا:''مَا مِنْ نَفْسٍ مَنفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِئَةِ سَنَةٍ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ حَيَّةٌ''(الفتح الکبیر،ج:۱،ص:۱۶۶)،صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ) جو بھی جاندار آج موجود ہے وہ صرف سو سال تک زندہ رہے گا۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ آپ ﷺ کی یہ حدیث پاک زمین پر رہنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو لوگ بھی زمین پر بستے ہیں ان میں سے کوئی بھی سو سال ہونے پر زندہ نہیں رہے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر ابن جوزی نے امام بخاری اور علی بن موسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں اگر ان دونوں کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ ان کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

ان کی وفات کی دلیل ان کی حیات کے منافی ہے بیان کیا گیا ہے کہ امام بخاری سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کیسے وہ زندہ رہ سکتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "آج کی رات میں نے تم سب کو دیکھا تو تم میں سے جو کوئی بھی دنیا میں موجود ہے سو سال پورے ہونے پر زندہ نہیں رہے گا۔

راوی فرماتے ہیں جن حضرات نے خضر علیہ السلام کی وفات کا قول کیا ہے وہ ابراہیم بن اسحاق حربی اور ابو الحسین بن منادی ہیں، اور یہ دونوں امام ہیں اور امام ابن منادی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو یہ کہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔(الخضر فی نبأ الخضر، ص: ۴۹،۵۰)۔

قاضی ابو یعلی نے امام محمد کے بعض اصحاب کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔(الاعلام، ج:۶، ص:۳۳۱)۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں: ان سب کے اقوال جمہور علما صالحین کے اقوال سے مختلف ہیں ساتھ ہی ساتھ ان کے پاس اپنے دعوؤں پر کوئی مستند دلیل نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ بعض اہل علم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آتے۔(روح المعانی، ج:۱۵، ص:۳۲۰)۔

اس اعتراض کا جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

اور ابو یعلی کا قول (تیسرا قول) امام احمد نے فرمایا، ہم سے شریح بن نعمان نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مخالد نے خبر

دی وہ روایت کرتے ہیں شعبی سے، شعبی روایت کرتے ہیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔(روح المعانی، ج:۲،ص:۴۲)۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ تھے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کیوں نہیں کرتے تھے اور مجلسوں میں حاضر کیوں نہیں ہوتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیوں نہیں کرتے تھے؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عیسی علیہ السلام جب دنیا میں نزول فرمائیں گے تو اِس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور نماز پڑھانے کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے تاکہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی نبوت کے بارے میں کسی طرح کا کوئی خدشہ نہ ہو۔

ابو الفرج نے بیان کیا یہ بات سمجھنا اس شخص سے کوئی بعید نہیں جو خضر علیہ السلام کے وجود کو ثابت کرے اور بھول جاتا ہے کہ ان کے وجود کو ثابت کرنے میں اس شریعت سے اعراض کرنا ہے۔ تو ابو یعلی یہ بات بالکل کمزور اور ضعیف ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہونے کا قول کرنا یہ بلا سمجھے غیب کا حکم لگانا ہے اور نماز میں عدم شرکت پیروی کے منافی نہیں ہے کیوں کہ نماز میں شرکت ارکان دینیہ میں سے نہیں ہے خاص کر جب انسان شہر میں نہ ہو۔

اسی طرح ابو الفرج کا یہ کہنا کہ ان کے وجود کو ثابت کرنے میں شریعت سے اعراض کرنا ہے یہ بھی بیہودہ اور بکواس ہے۔

(۴)۔ چوتھی دلیل۔ اور خضر علیہ السلام کی وفات پر علمائے معقولین نے دس دلیلیں پیش کی ہیں ہم ان کو ترتیب وار پیش کریں گے۔

(۱)۔ جن لوگوں نے ان کی حیات کو ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ آدم علیہ السلام کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ دلیل دو وجہوں سے فاسد ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آج خضر علیہ السلام کی عمر تقریباً چھ ہزار سال ہو جاتی ہے اور یہ بات بعض

مؤرخین نے باعتبار حساب ذکر کی ہے اور اس طرح کی بات عادۃ بعید ہے کہ کسی انسان کے تعلق سے یہ کہا جائے کہ وہ اتنی لمبی عمر والا ہو۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ یہ خرق عادت کے قبیل سے ہو۔

ساتھ ہی ساتھ اس روایت میں ضعیف قول ہے۔

(۲)۔ دوسری دلیل علماے معقولین کی یہ ہے کہ اگر خضر آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہوتے یا ان کے چوتھے لڑکے ہوتے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے، تو ضرور خوفناک بناوٹ وساخت والے ہوتے کیوں کہ اس زمانے کے لوگوں کی خلقت وساخت ہماری خلقت سے مختلف ہے بلکہ قد و قامت میں بہت بلند ہوتے، صحیحین کی حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی اور ان کے بعد مخلوق کی لمبائی کم ہوتی رہی اور خضر علیہ السلام کو دیکھنے والوں میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ انہوں نے خضر علیہ السلام کو عظیم ساخت وبناوٹ میں دیکھا ہے اور وہ قدیم لوگوں میں سے ہیں؟

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ حدیث پاک غالب پر محمول ہے یعنی اکثر وبیشتر اس زمانے کے لوگ لمبے اور دراز قد ہوتے تھے تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی بعض اولادیں بعض سے قد میں چھوٹی ہوں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان کی لمبائی صرف ایک بالشت ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج: ۲، ص: ۱۱۰)۔

پھر کوئی بعید نہیں کہ خضر علیہ السلام کو ایسی شکل وصورت اور طاقت وقوت دی گئی ہے کہ جو صورت چاہیں اختیار کر لیں جیسا کہ ہم نے اسے بعض اہل فضل وکمال کے سوال کے جواب میں ثابت کیا ہے۔

اوران کی اصلی خلقت وساخت پر کوئی مطلع نہیں ہوا جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام کی اصلی شکل وصورت پر کوئی مطلع نہیں ہوا جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس اکثر وبیشتر دحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔(روح المعانی ج:۱۵،ص:۳۲۵)۔

(۳) علماء معقولین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے موجود تھے تو ضرور ان کے ساتھ کشتی نوح میں سوار ہوتے حالانکہ یہ بات کسی نے بیان نہیں کی ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں: کسی کے بیان نہ کرنے سے عقلی طور پر ان کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی ہے یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر ان کی کشتی میں سوار ہوئے ہوں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(۴)۔ علمائے معقولین کی خضر علیہ السلام کی وفات پر چوتھی دلیل یہ ہے کہ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے تو ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب وفات پا گئے پھر ان کی نسلیں بھی ختم ہو گئیں اور نوح علیہ السلام کی نسل کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا اور ان کی ذریت کے باقی رہنے پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ۔ سُوْرَةُ الصَّافَاتِ ،الایۃ ۷۷) **ترجمہ کنزالایمان:** ہم نے ان کے ذریت کو بنایا کہ وہی باقی رہنے والی ہے۔ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کا رد کرتی ہے جو کہتے ہیں خضر علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے تھے۔

جواب اس بات کا کہ ''جو لوگ بھی ان کے ساتھ کشتی میں تھے بعد میں سب مر گئے'' یہ قول ان لوگوں کے بارے میں ہے جو دیکھے جاتے ہیں ورنہ شیطان بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا تھا اور آیت کریمہ بتاتی ہے کہ وہ آج بھی موجود ہے اس کی ذریت بھی باقی ہے اور توالد وتناسل جاری ہے ،تو مذکورہ آیت ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے وجود کی نفی نہیں کرتی ہے جبکہ خضر علیہ السلام کا نوح علیہ السلام سے پہلے ہونے کا قول ضعیف ہے۔

درست یہ ہے کہ وہ ذوالقرنین کے ساتھ تھے اور موسی علیہ السلام سے پہلے تھے۔(ذوالقرنین قائد الفاتح والفاتح الصالح، ص:۴۵،۴۸)۔

(۵) علمائے معقولین کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی شخص پیدائش سے لے کر آخری زمانے تک باقی رہے گا اور اس کی پیدائش نوح علیہ السلام سے پہلے ہے تو ضرور یہ عجیب و غریب اور بڑی بڑی نشانیوں میں سے ہوگا۔ اور اس کی خبر قرآن پاک میں ایک مقام کے علاوہ کہیں بیان نہیں کی گئی ہے جبکہ یہ اللہ تعالی کی بڑی نشانیوں میں سے ہے اللہ تعالی نے جس کو ۹۵۰ سال کی عمر عطا فرمائی تو کیسے ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالی کم سے کم چھ ہزار سال کی عمر عطا فرمائے اور اس کو قیامت تک زندہ رکھے پھر اس کا ذکر قرآن میں نہ کرے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بڑی نشانیاں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن پاک میں ان کا ذکر کثرت سے اور بار بار کیا جائے، اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا ہے تا کہ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جائے اور ان کی قوم کی جانب سے ملنے والی تکالیف پر ان کی مدد جائے اور ان کی ہلاکت کو ٹال دیا جائے۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کی گمراہی، ان کی جہالت کفر پر ان کے اصرار اور نبی سے دشمنی پر تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنی شقاوت قلبی کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ہو گئے تھے اور جب وجود میں لانے پر قادر ہے تو اس کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے اگر چہ کوئی شخص زمانے دراز تک زندہ رہے ساتھ ہی نوح علیہ السلام کی عمر کو صراحت ذکر کرنے میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان سے زیادہ عمر ہو سکتی ہے۔ (روح المعانی، ج:۱۵، ص:۳۳۲)۔

(۶) چھٹی دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کی حیات کا قول کرنا بغیر علم کے اللہ پر بات کرنا ہے اور یہ بات نص قرآن سے حرام ہے رہا دوسرا مقدمہ ظاہر ہے اور پہلا مقدمہ تو اس لیے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کی حیات پر ضرور قرآن، حدیث یا اجماع امت دلالت کرتا، تو یہ کتاب اللہ ہے تو تم اس میں خضر علیہ السلام کی حیات کی دلیل کہاں پاتے ہو، یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے تو اس میں تم ایسی کوئی حدیث پاتے ہو جو خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہو؟ اور یہ اس امت کے علما ہیں تو کب انہوں نے ان کی حیات پر اجماع کیا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کی حقیقی حیات تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' الکہف: الایۃ ۶۵) کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے۔

اور ان کی طویل عمر بطور دلیل ہم استصحاب (سابقہ حال) سے ثابت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی وفات درست طریقے پر ثابت ہو جائے۔(روح المعانی: ج ۱۵، ص ۳۲۸:)۔

اور ہم نے اس سے پہلے بعض احادیث ذکر کی ہیں جو خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اگرچہ آپ ﷺ کے زمانے میں ظاہری طور نہیں آتے تھے، اور ان کا صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنا ثابت ہے۔ پھر مشائخ عظام، جمہور علما کاملین کا اس بات پر اجماع ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں مخلوق کے درمیان موجود رہتے ہیں جیسا کہ ابن صلاح نووی وغیرہ فقہائے کرام اور محدثین عظام نے بھی اسے ثابت مانا ہے۔(نشر المحاسن الغالیہ، ص: ۴۰)۔

ان کی وفات کا قول کرنا اٹکل پچوں بات کرنا ہے تو جس نے عیب لگایا تو عیب اسی پر لوٹ جائے گا۔

(۷) ساتویں دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ سب سے مضبوط دلیل یہ ہے جسے لوگ ان کی حیات کے تعلق سے بیان کرتے ہیں ایک شخص سے روایت ہے کہ اس نے خضر علیہ السلام کو دیکھا، تو اس نے بطور تعجب کہا کیا خضر علیہ السلام کی کوئی علامت ہے جو بھی انھیں دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے اور بہت سے لوگ اس قول سے دھوکا کھاتے ہیں کہ میں خضر ہوں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ کسی انسان کی تصدیق اللہ تعالی کی طرف سے بغیر دلیل کے جائز نہیں ہے تو دیکھنے والے کے لیے کہاں سے جائز ہو گیا کہ جس کے بارے میں اس کو خبر دی گئی وہ سچی ہے جھوٹی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ ایک دوسری بحث ہے بلاشبہ قائل اپنی خبر میں صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے۔

اس طور پر اہل معرفت کے نزدیک ان کی مشہور علامتیں ہیں کہ وہ جس زمین پر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے قدموں سے ہری بھری ہو جاتی ہے اور ان کے قدم کی لمبائی ایک گز اور اس جیسی ہے بعض اوقات ان سے ایسی خلاف عادت باتیں صادر ہوتی ہیں جو

ان کی سچائی کی گواہی دیتی ہیں اس طور پر مومن کی تصدیق کی جاتی ہے کہ کہا گیا ہے مومن کے بارے میں اچھا گمان کرو کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کوئی اجنبی کسی شہر میں داخل ہو کر کہے کہ میں سید ہوں تو اس کی تصدیق کی جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی بات اس کے قول کے خلاف ثابت ہو جائے۔

حاصل یہ ہے کہ اہل ثقہ کے نزدیک اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

(۸) علمائے معقولین کی آٹھویں دلیل یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ بن عمران اللہ تعالیٰ کے کلیم سے جدائی اختیار کی اور ان کو اپنے ساتھ نہ رکھا اور کہا ''هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (سورة الكهف الاية ٧٨)'' یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے کس طرح موسیٰ علیہ السلام کی جدائی کو پسند کرتے ہیں پھر شریعت اسلامیہ سے دور ان جاہل بندوں کو جمع کرتے ہیں جو جمعہ، جماعت اور نہ کسی علمی مجلس میں شریک ہوتے ہیں اور نہ کچھ علم جانتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے مجھ سے خضر علیہ السلام نے کہا اور مجھے خضر نے وصیت کی، تعجب ہے کہ جو انسان اللہ کے کلیم موسیٰ علیہ السلام سے جدائی اختیار کرتا ہے اور ایسے جاہلوں کے ساتھ رہتا ہے جو نہیں جانتے کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے نماز کیسے ادا کی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جھوٹے دجال ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ وہ اس بات میں خضر علیہ السلام پر جھوٹ باندھیں اور ہمارا کلام ان اکابر عابد و زاہد صوفیا کے بارے میں ہے جو ان کی مجلس میں شرکت کرتے تھے یہاں تک کہ خواص میں سے کسی سے اس کے سفر حج میں عجیب و غریب باتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ خضر علیہ السلام نے اس کی صحبت اختیار کرنی چاہی تو اس نے انکار کیا، انھوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ (خضر علیہ السلام) کے وجود پر بھروسا کرتے ہوئے مجھے اپنے نفس پر توکل کی کمی کا خوف ہے (احیاء علوم الدین ج:۴، ص:۲۶۹)۔

(۹) علمائے معقولین کی نویں دلیل یہ ہے کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو یہ کہے کہ میں خضر ہوں اور کہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو اس کی بات کو نہیں مانا جائے گا اور اس کے قول سے دین میں دلیل نہیں لی جائے گی، اگر یہ کہا جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوے اور نہ ان کی

بیعت کی یا یہ جاہل یہ کہے وہ رسول اس کی طرف نہیں بھیجے گئے تو اس صورت میں کفر ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے تمام مخلوق کی طرف نہ بھیجے جانے کا قول کرنا اجماعی طور پر باطل ہے کیوں کہ آپ ﷺ کو پوری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اسی طرح یہ کہنا یہ وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں نہ آئے یہ بھی باطل ہے۔

اور ظاہری طور پر بیعت نہ پائی جائے اور کھلے طور پر اتباع کو مانا جائے تو یہ چیز نہ دنیا میں نقصان دہ ہے اور نہ آخرت میں۔

اور بڑے بڑے ارباب اصول نے انہیں جماعت صحابہ میں شمار کیا ہے۔

ان کی روایت کی عدم قبولیت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے دیکھے جانے کا قطعی یقین نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۰) دسویں دلیل علماے معقولین کی یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور اللہ کی راہ میں کفار سے جہاد کرتے اور ان کی رسی اللہ کے راستے میں رہتی میدان جنگ میں مجاہدین کی صف میں کھڑے رہتے اور جمعہ جماعت وغیرہ میں حاضر ہوتے جنگلوں اور بنجر مقامات پر سیر وسیاحت کو چھوڑ کر علم سکھاتے جو اس سیر وغیرہ سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں یہ اٹکل پچو بات ہے ان سب چیزوں کی نفی خضر علیہ السلام سے کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ ساتھ ہی ساتھ علم لدنی کو جاننے والا ان چیزوں میں مشغول ہوتا ہے جو اللہ تعالی الہام فرماتا ہے ہر جگہ اور ہر زمانے میں کام اور معاملات جس چیز کا تقاضا کرتے ہیں اور بادشاہوں کو لوہاروں پر قیاس نہ کیا جائے پاک ہے وہ ذات جس نے بندوں کو اپنے ارادہ کے مطابق قائم کیا سلامتی ہے اس کے لیے جو اسلام لائے، اور اللہ تعالی زیادہ جاننے والا ہے جو اس نے مقرر کیا اور ثابت کیا وہ زیادہ محکم اور مضبوط ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔